رسالہ

جوش مذہبی

آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب
رئیس علی گڈھ نے تصنیف کیا

اور

محمڈن لیس پریس علی گڈھ میں طبع ہوا

طبع اول ۱۰۰۰ کاپی

رسالہ

جوش مذہبی

آنریبل حاجی محمد اسمعیل خاں صاحب
رئیس علی گڈھ نے تصنیف کیا

اور

محمڈن پریس علی گڈھ میں طبع ہوا

طبع اول ۱۰۰۰ کاپی

ناقابل کردیا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کی ایسی حالت کر دی کہ دوسری قومیں اونسے نفرت اور عار کرنے لگیں وہ بھی یہی جوش مذہبی ہے۔

جوش مذہبی نے عربونکو فتحمند کیا۔

زمانۂ باسعادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زمانۂ خلفاء راشدین مین جو لڑائیاں ہوئیں اگرچہ وہ واسطے اشاعت دین و مذہب کے نہیں تہیں بلکہ مختلف دنیوی ضرورتیں اُن کی باعث ہوئیں لیکن تاہم جو جوش کہ عربوں کو دوسروں پر غالب کرتا تہا وہ مذہبی خیال کی بنا پر ہوتا تہا یعنے وہ لوگ یقین کرتے تہے کہ ان لڑائیوں میں اگر مارے گئے تو شہید ہوں گے اور اس فانی پر از افکار دنیا سے چہوٹ کر آناً فاناً میں ایسے عالم میں پہنچ جائیں گے جہاں حظ دائمی اُنکو حاصل ہوگا جس کے ثبوت میں ہم وہ چند گفتگوئیں پیش کرتے ہیں جو ۱۴؁ ہجری میں سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے اہل لشکر اور دولت ساسان کے سرداران لشکر سے ہوئی ہیں۔

کچھ واقعات اسکے ثبوت میں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے جبکہ عجمی لوگ ایک عرب کو پکڑ کر فوج فارس کے سپہ سالار رستم کے روبرو لے گئے تو یہ گفتگو ہوئی۔

رستم۔ تم لوگ یہاں پر کیوں آئے ہو۔

عرب۔ جس زمین کے عطا کرنے کا خدائے تعالے نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے اُسکو تمہارے پاس سے لینے کے واسطے آئے ہیں۔

رستم۔ اگر تم قتل ہو جاؤ تو کیا ہوگا

عرب ہم میں سے جو مریں گے جنت کو جائیں گے اور جو بچ رہیں گے تم پر غالب ہوں گے

رستم۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا نے ہمکو تمہارے حوالہ کر دیا ہے۔

عرب۔ تمہاری بداعمالیوں نے تمکو ہمارے حوالہ کر دیا ہے

رستم۔ اس لشکر (یعنی لشکر ایران) کی عظمت وشان وجسامت کو تم نے دیکھ لیا ہے

عرب۔ ہاں ہم خوب دیکھ رہے ہیں۔ تم کو اپنے خدم وحشم پر مغرور ہونا نہیں چاہیئے اور اس بات کو خوب جان لو کہ تم مخلوق سے مقابلہ نہیں کر رہے ہو بلکہ قضاؤ قدر سے لڑنا چاہتے ہو۔ رستم کو اسپر

جوشِ مذہبی

تکیہ برجائے بزرگاں نتواں زد بگزاف　　مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

تمہید

جذبات انسانی کا مرکب ہونا

دنیا میں کوئی جذبۂ انسانی ایسا نہیں ہے جو مجرد او منفرد پایا جاتا ہو یعنی کوئی جذبۂ انسانی ایسا نہیں ہے کہ وہ دوسرے جذبات کا تابع یا اوس سے مرکب نہو۔ اسوجہ سے عادات ہوں یا عبادات معاملات ہوں یا رسم و رواج، فعل ہو یا ترکِ فعل ہو غرض کہ اولادِ آدم کی کوئی حرکت یا حالت سکون ایسی نہیں ہے جسکو حسنِ محض یا قبیح محض کہا جا سکے۔

علاوہ ازیں کسی جذبۂ انسانی پر حکم لگاتے وقت اُس کی صرف اُس ترکیب پر ہی خیال کو محدود کرنا ایک دوسری غلطی ہوگی بلکہ اُن اجنبی قوتوں پر بھی لحاظ رکھنا ہوگا جو اُس پر اثر کر رہی ہیں ان وجوہ سے آدمی کے کسی ایک جذبہ کو مفید دائمی یا مضر دائمی کہا جانا ممکن نہیں ہے۔ نہایت دلچسپ ہو یہ بیان اگر انسان کے جمیع جذبات یا افعال و حرکات و حالات سکون سے اُسکو مطابق کر کے بتایا اور دکھایا جائے مگر یہ بحث طویل ہے اور نیز اسوقت کے مقصود سے خارج ہے اسواسطے اس مضمون کو اُس کے عنوان یعنی صرف "جوش مذہبی" پر ہے محدود کیا گیا ہے۔

جوش مذہبی کا اثر مسلمانوں پر

جس جذبہ نے مسلمانوں کو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچایا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو فاتح دنیا کا معزز لقب دلانا چاہا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کی ایسی حالت کر دی کہ دوسری قومیں انمیں شامل ہونے کی آرزومند نہیں اور آخر کار شامل ہو گئیں وہ جوشِ مذہبی تھا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو اوج ترقی سے قعر ذلت میں گرایا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو بطور ایک معزز رعیت کر رہنے کے بھی

بیان کی۔ رستم پر اہل اسلام کا خوف اسقدر غالب تہا کہ وہ ہر وقت صلح کرنے پر ہی مائل ہوتا تہا اور باوجود اس گفتگو کے۔ ایک مرتبہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے گفتگوی صلح کرنے کے واسطے پہر ایک آدمی کو طلب کیا حضرت سعد نے ربعی بن عامری کو بہیجدیا۔

حضرت ربعی کا رستم کے پاس جانا

رستم نے حضرت ربعی کے آنے کی خبر سنکر اہل عجم کا جاہ وحشم اور کروفر دکہانے کے واسطے خیمہ میں سونے کا پلنگ بچہایا اور اُسپر زر کار مسند لگائی اور خیمہ کو شاہانہ طمطراق سے آراستہ کرکے سریر زرنگار پر بیٹہ کر ربعی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا۔

رستم۔ تم یہاں کیوں آئے ہو۔

ربعی۔ خدا کے بندوں کو تنگی سے وسعت میں نکال لانے کے واسطے۔ خلق کو راہ باطل سے پہیر کر دائرہ اسلام میں داخل کرنے کے واسطے۔ جو لوگ ہماری دعوت قبول کریں گے ہم اُنکی زمین اُنہیں کو سپرد کردیں گے اور جو انکار کریں گے اُنسے اُنکو مغلوب کرنے تک لڑیں گے۔

رستم۔ غور کرنے کے واسطے مہلت دینا ممکن ہے یا نہیں۔

ربعی۔ دو ایک دن کی تاخیر ہو سکتی ہے۔

رستم۔ دو ایک دن سے کام نہیں نکلیگا زیادہ فرصت ملنا چاہیئے تاکہ اپنی قوم کے رؤسا اور اصحاب رائے سے خط وکتابت کیجائے۔

ربعی۔ رسول اکرم کی سنت شریفہ کے موافق تین دن سے زیادہ دشمن کو مہلت نہ دیں گے تم اور تمہاری قوم سوچ لے۔ یا اسلام۔ یا ٹکس۔ اگر اسلام قبول کرو گے تمہارے ملک کو چہوڑ کر چلے جائیں گے۔ بحالت ٹکس قبول کرلینے کے تمہارے ساتہ ہمکو خصومت باقی نہیں رہیگی اور جسوقت تم کو ہمسے اعانت کی ضرورت پڑیگی ہم فوراً تمہاری مدد کریں گے۔ ان دونوں کے قبول نہ کرنے کی حالت میں چارہ کار صرف لڑائی ہے۔ ان باتوں کے ہمارے رفقا کی طرف سے بہی منظور کیئے جانے کا میں کفیل ہوں۔

رستم۔ تو کیا اُنکا سردار ہے۔

بہت غصّہ آیا اور اُس عرب کو مار ڈالا۔

قادسیہ میں جبکہ رستم کو یہ خیال ہوا کہ بجاے لڑائی کے عربوں سے صلح کر لینا بہتر ہے۔ زہرہ رضی اللہ عنہ کو جو حضرت سعد ابن ابی وقاص کی طرف سے کمانڈنگ افسر تھی رستم نے بلایا اور یہ گفتگو ہوئی۔

رستم اور حضرت زہرہ سے گفتگو

رستم۔ تم ہماری پڑوسی ہو۔ ہمارے پاس جب کبھی تم لوگ آسکتے تھے تو ہم تمہارے ساتھ حسن معاملہ سے پیش آتے تھے۔ اب بھی ہم لوگ تمہارے حقوق کی حفاظت کیواسطے حاضر ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ہم صلح کرلیں اور آیندہ کو بھی تمہارے ساتھ احسان کرنے میں ہم کمی نہیں کریں گے۔

زہرہ۔ تمہارے ممنون احسان ہوئے اور دنیا کے لالچ کے سبب سے ہم نے تمہارے ساتھ بگاڑ نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا مقصد آخرت ہے۔ پہلے ہی تمکو آگاہ کر دیا گیا ہے کہ خداے تعالے نے دین حق کی تعلیم کے واسطے ہمارے پاس ایک نبی برحق بھیجا ہم نے اُسکو قبول کیا۔ خداے تعالے نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اُس کی دین کو قبول کریگا وہ اُس کی حمایت کریگا۔ اگر تم سے ہوسکتا ہے تو تم ہمکو مغلوب کرلو۔

رستم۔ دین حق کیا شے ہے۔

زہرہ۔ خداے تعالے جلشانہ کی وحدانیت پیغمبر برحق کی نبوت کی شہادت اور انسانونکو مخلوقات الٰہی کی پرستش سے نکالکر صرف خداے واحد کی پرستش کی دعوت دینا۔ تم ہمارے بھائی ہو کیونکہ ہم سب اولاد آدم ہیں۔ بھائی کو بھائی کی بہتری مطلوب ہوتی ہے اسوجہ سے ہم بھی تم سے اُس بات کی درخوست کرتے ہیں جو تمہارے واسطے بہتر ہے۔

رستم۔ اگر ہم تمہاری خواہش کو قبول کرکے دین اسلام اختیار کرلیں تو کیا تم واپس چلے جاؤگے۔

زہرہ۔ فوراً لوٹ جائیں گے اور پھر دشمنی کی نیت سے تمہاری زمین پر پاؤں نہیں رکھیں گے

رستم اس مکالمہ کے بعد رخصت ہوکر اپنے خیمہ میں گیا اور اعیان واکابر لشکر سے یہ سب گفتگو

واسطے ایک ایک گون کھجوریں ہم دیدیں اور تم اپنے مقام کو لوٹ جاؤ کیونکہ ہم تمہاری تباہی نہیں چاہتے۔

حضرت مغیرہ نے فرمایا کہ "تم نے ہماری تنگی معاش کا جو کچھہ حال بیان کیا ہے اول واقع میں ایسا ہی تھا۔ لیکن دنیا ایک حالت پر نہیں رہتی ہے باری باری کہوتی ہے۔ قحط ارزانی سے سختی نرمی سے بدل جاتی ہے۔ خدائے تعالےٰ نے جو کچھہ نعمتیں تمکو عنایت فرمائیں مناسب ہوتا کہ تم اُسکا بہت کچھہ شکر ادا کرتے۔ خدائے تعالےٰ نے ہمارے پاس پیغمبر بہیجا۔ اُن اوامر الٰہی کیو جہسے جو اُس کے ذریعہ سے ہمکو پہنچے اور ہم نے اُنپر عمل کیا حق تعالےٰ نے ہماری تنگی معاش کو حسن حال سے تبدیل کردیا۔ اب ہمارے ملک کے آدمیوں نے تمہارے کہانوں کو چکھہ لیا ہے اور اب وہ صبر نہیں کرنا چاہتے یا اسلام ویا جزیہ یا لڑائی اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے"

رستم۔ اگر تم مارے گیئے تو کیا ہوگا۔

مغیرہ۔ جو مارے جائیں گے وہ سیدہے جنت کو جو بچینگے غازی ہو کر اپنے ملک کو جائیں گے

زمانۂ حال کی واق... اور مسلمانوں میں ... مذہبی موجود ہونا اور اُس کے نتائج

اب اگر اُن تمام واقعات پر نظر ڈالی جائے جنکا تعلق مسلمانوں سے ہے اور جو اسوقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہر ایک ملک میں یعنی ہندوستان۔ افغانستان۔ سنٹرل ایشیا سوڈان۔ مصر۔ مراکو۔ ٹرکی وغیرہ میں گذر رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اب بہی مسلمانوں کے جوشِ مذہبی میں کچھہ کمی نہیں ہے مگر فرق یہ ہے کہ اُنکا وہ فعل جو جوشِ مذہبی کی بنا پر اُنسے سرزد ہوتا ہے بجائے ترقی دینے کے ہر روز اُنکو کچھہ نہ کچھہ ذلت کی دلدل میں دھنسا دیتا ہے اور مسلمانوں کے حق میں مزید تباہی اور پریشانی کا باعث ہوجاتا ہے۔ چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ ایک فعل یا جذبۂ انسانی کے دو مختلف نتیجے بلا کسی سبب کے نہیں ہوسکتے اس لیئے اُس کے سمجھنے کے واسطے اول حجاز کا جغرافیہ اور اُن تاریخی حالات پر نظر ڈالنا چاہیئے جو زمانۂ سعادت کے شروع ہوتے وقت عرب کے ملک میں تہے یا اُسپر اثر ڈال رہے تہے۔

حصۂ اوّل

(حجاز کی حدود)

ربعی۔ نہیں میں سردار نہیں ہوں لیکن بوجہ یک وجود ہونے کے اہل اسلام میں ایک کی بات دوسرے بہی قبول کرتے ہیں

گفتگو ختم ہونے کے بعد حضرت ربعی چلے آئے رستم نے پہر سرداران لشکر سے مشورہ کرکے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے ربعی کو بلایا اس مرتبہ حضرت سعد نے حذیفہ بن محصنی کو بہیجدیا۔

رستم اور حضرت حذیفہ ۱۲

رستم۔ ربعی کو کیوں نہیں بہیجا۔

حذیفہ۔ ہمارا امیر ہر امر میں عدالت کا لحاظ رکہتا ہے آج میری باری تہی۔

رستم۔ مہلت کی کسقدر مدت ہوگی۔

حذیفہ۔ کل سے لیکر تین دن تک۔

رستم اور حضرت مغیرہ

اگلے دن رستم نے حضرت سعد سے پہر ایک شخص کے بہیجنے کی استدعا اور اسروز پہلے سے بہی زیادہ آرایش وزینت کی اور کئی سو گز تک خیمہ کے باہر ایرانی قالینوں کا فرش بچہوایا حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت سعد کے بہیجے ہوئے اپنے معمولی لباس سے وہاں پہنچے اور رستم کے پاس بیٹھ گئے مگر ایرانیوں نے وہاں سے انکو ہٹا دیا۔ حضرت مغیرہ کو یہ بات بہت ناگوار معلوم ہوئی اور فرمایا کہ "تم کیسے نالایق قوم ہو۔ عربوں میں باہم ایک کو دوسرے کا غلام نہیں جانتے تم کو چاہئیے تہا کہ مجکو پہلے سے بتا دیتے کہ تم میں ایک دوسریکا رب بہی ہے۔ یہاں پر میرا آنا اپنی غرض سے نہ تہا بلکہ تمہارے طلب کرنے پر آیا ہوں اب مجکو اصل حال سے وقفیت ہوئی کہ تم قوم مغلوب ہو کسواسطے کہ ان عادات وخصائل سے ملک قایم نہیں رہ سکتا"

رستم نے مغیرہ سے باتیں شروع کرنے میں اہل ایران کو بہت بڑہانا اور عربوں کی تحقیر کرنا چاہا اور کہا کہ "تمہاری وجہ معاش بہت خراب حالت میں ہے اپنی حاجات کے رفع کے واسطے ہمارے ملک میں آیا کرتے تہے۔ اب جو حالت تمنے اختیار کی ہے غالباً تمہاری محتاجی کے سبب سے پیدا ہوئی ہے۔ تمہارے سردار کے واسطے خچر اور ایک ہزار درہم اور تم میں سے ہر ایک کے

حالت اچھی طرح ذہن میں آنے کے واسطے تمام واقعات سنہ ہجری سے مطابق کر کے لکھے گئے ہیں یعنی قبل سنہ ہجری اور بعد سنہ ہجری کر کے

یمن کے متعلق

ذو نواس کی حکومت اور اُسکی جابرانہ کارروائیاں

۱۱۸ قبل الہجرۃ میں جبکہ ذو نواس بن زرعہ نے ذو شناتری بادشاہ یمن کو مار ڈالا تو اہالی یمن نے اُس کے اس فعل کو نہایت مستحسن خیال کیا اور بجائے اُس کے ذو نواس کو بادشاہ بنایا اس نے سلطنت کو خوب رونق دی۔ لیکن جبکہ یہ یثرب کی طرف گیا تو وہاں جاکر اس نے دین یہود اختیار کرلیا اور اپنا نام بدلکر یوسف رکھلیا۔ اگرچہ چند مدت کے بعد اہالی یمن اس سے ناراض ہوگئے اور اُسکو معزول کر دینا چاہا مگر اُس کی جابرانہ تدابیر نے لوگوں کی بغاوت کو ٹھنڈا کر دیا اور بدستور بادشاہ بنا رہا

یہودیوں کی ترغیب پر وہ نجران کے عیسائیوں پر چڑھائی کرنے کو راضی ہوگیا اور وہاں کے عیسائیوں کے سردار عبداللہ بن الثامر کو مار ڈالا اور اُسکا مال لوٹ لیا۔ اور آگ کا ایک بڑا دھڑا

اصحاب اخدود

لگا کر جو عیسائی ہاتھ آیا اُسکو آگ میں جلا دیا۔ قرآن پاک میں اصحاب اخدود انہیں لوگوں کو کہا گیا ہے نجران کے سرداروں میں سے دوس بن ثعلب بھاگ کر حبش میں نجاشی کے پاس گیا اور اُن مظالم کا حال اُس سے عرض کیا نجاشی نے قیصر روم کو اطلاع دی اور اُس کے حکم سے فوج کثیر کی جمعیت سے براہ بحر ذو نواس پر چڑھائی کی۔ بادشاہ یمن ذو نواس اور اُس کے لشکر کو کامل ہزیمت ہوئی اور اُس نے اپنے آپ کو دریا میں ڈبو دیا۔ ۹۵ قبل الہجرۃ۔

ارباط گورنر یمن کا بیان اور ابرہہ کی لڑائی

یمن کو فتح کر کے نجاشی نے اپنے چچازاد بھائی ارباط کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ بعد گورنر ہونے کے یہ شخص ہمیشہ بمقابلہ کمزوروں کے ذی وجاہت اشخاص کی حمایت کیا کرتا تھا جبکہ اس ظلم وستم کی تاب ضعفاء اہل یمن نہ لا سکے تو انہوں نے ابرہہ نامی ایک شخص سے خواہش کی کہ وہ انکو ارباط کے ہاتھ سے نجات دے۔ ابرہہ نے ایک فوج جمع کی مگر ابرہہ اور ارباط میں باہم قرار پایا کہ بجائے فوج کی لڑائی کے یہ دونوں آپس میں نبٹ لیں۔ چنانچہ ارباط مارا گیا اور ابرہہ

حجاز کے حدود

قطعہ حجاز جزیرہ نما عرب کا ایک حصہ ہے جس کے حدود یہ ہیں۔

شمالاً۔ بادیۃ العرب۔ شرقاً۔ بادیۃ العرب و نجد

جنوباً۔ یمن غرباً۔ بحر احمر

تاریخی واقعات

خاتم الانبیا محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اپریل ۵۷۵ء مطابق ۱۱ ربیع الاول ۵۳ھ قبل الہجرہ میں مہد آرائے عالم دنیا ہوئے۔ اور ۱۳ھ قبل الہجرۃ میں اپنی تبلیغ رسالت شروع

اس زمانے میں حجاز اور اُس کے اطراف کی حکومتوں کا حال یہ تھا۔

زمانہ سعادت کے قریب میں جزیرہ نما عرب کی حکومتیں

(۱) حجاز۔ مکہ معظمہ اور اُسکے اطراف میں عرب قبائل میں تقسیم تھی اور ہر ایک قبیلہ کا سردار اُنکا حاکم ہوتا تھا مگر قریش کی برتری کو یہ سب قبائل تسلیم کرتے تھے۔ اور گویا ملوک حجاز قریش میں سے ہوتے تھے

(۲) تہامہ۔ جو یمن اور حجاز کے مابین ملک کا نام ہے اسمیں بنی بکر اور بنی تغلب عربوں کے شیوخ کی حکومت تھی۔

(۳) یمن میں حمیر اور مرزا بہ یعنی صوبہ داران دولت ایران کی حکومت تھی

(۴) حیرہ۔ یعنی مشرقی عرب میں مناذرہ کی حکومت تھی مگر ایرانیوں کا رعب و داب و دخل بھی وہاں تھا۔

(۵) مدینہ طیبہ۔ میں اوس اور خزرج قبیلوں کی حکومت تھی اور اُس کی اطراف میں خیبر وغیرہ میں یہودی حکمراں تھے۔

(۶) علاوہ ازیں مشرقی و شمالی بادیۃ العرب میں متفرق ملوک عرب بھی تھے۔

(۷) عراق عرب ساسانیوں یعنی اہل ایران کی سلطنت میں تھا۔

(۸) شام میں ملوک غاسنہ یا غسانیہ کی حکومت رومن ایسٹرن ایمپایر کی حمایت میں تھی

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ملک عرب اور حجاز کے اطراف میں کثیر حکومتیں یا سلطنتیں تھیں لیکن اس سے زیادہ بات جو توجہ کے لائق ہے وہ اُس زمانے کے عادات ہیں جن کے مجملاً جاننے کے واسطے ہی وقت کا کسیقدر حصہ صرف کرنا پڑیگا تاکہ نتیجے نکالتے وقت کچھ واقفیت حاصل ہو سکے

...کا مقابلہ کیا مگر لڑائی میں اُس کے مارے جانے نے یمن کی حکومت سیف ذی یزن کے ... آگئی (۴۳ قبل الہجرۃ)۔ اس فتح کی اطلاع خسرو پرویز کو ہونے نے خراج دیئے جانے کی شرط پر یمن کی حکومت سیف کے ہاتھ میں باقی رکھی گئی۔

یمن میں ساسانیوں کی حکومت ۱۲

حکومت سے ساتویں سال میں اپنی شکارگاہ میں ایک حبشی غلام کے ہاتھ سے وہ مارا گیا اُس کے مرنے پر حکومت یمن کی براہ راست ساسانیوں کے ہاتھ میں چلی گئی اور اُنکی طرف سے وہاں کا گورنر ا بلقب مرزبان وہرز نامی ایک شخص مقرر ہوا جو تین برس زندہ رہا۔ اُس کے بعد ولیجان۔ خسروان۔ نوشجان۔ اور مرزبان یکے بعد دیگرے مرزبان مقرر ہوتے رہے۔ سب سے آخری مرزبان کا نام باذان تھا رضی اللہ عنہ۔

آل منذر کے حالات

آل ساسان میں ماں کی کنیت کا رواج

امرءالقیس کے بعد اُس کا بیٹا منذر جانشین ہوا۔ منذر کی ماں ربیعۃ التغلبی کی بیٹی ماویہ۔ بوجہ حسن وملاحت "ماءالسماء" کے مشہور ہوگئی تھی اور منذر بھی اپنی ماں کے نام کے ساتھ نسبت کر کے منذر بن ماءالسما مشہور رہا۔ اس منذر نے قبیلہ بنی بکر سے غزا کی اور فرط غضب میں یہ قسم کھائی تھی کہ بنی بکر کو اسقدر مارونگا کہ زمیں پر خون بہجائے۔ یہ بات حاصل نہیں ہوئی تو مقتل میں پانی ڈلوا کر خون کو بہایا۔

قباد (۱۳۱ قبل الہجرۃ میں تخت نشین ہوا تھا) بادشاہ ایران کے کہنے پر جبکہ منذر نے دین مزدکی قبول نہیں کیا تو قباد نے اُسکو معزول کر کے بجائے اُس کے حرث کو سردار بنایا جو مزدکی ہوگیا تھا۔ نوشیروان عادل (۱۰ قبل الہجرۃ میں تخت نشین ہوا تھا) نے تخت نشین ہو کر حرث کو ہٹا دیا اور پھر منذر کو حاکم کر دیا۔

عمر بن ہند کی حکومت آدمیوں کو آگ میں جلانا اسکی وحشیانہ حرکات

منذر کی وفات پر اُسکا بیٹا عمر بن ہند (ہند اُسکی ماں اور منذر کی بیوی کا نام تھا۔ حاکم یا بادشاہ تجد ہوا کسی جھگڑے پر براجم قبیلہ کے سّو آدمیوں کو پکڑ کر آگ میں جلا دینے کے سبب سے عمر بن ہند کا لقب عمر محرق بھی تھا۔ عمر نے ایک دن اپنے مصاحبوں میں بیٹھکر یہ شیخی ماری کہ (تم عربوں میں سے

اُس کی جگہ بادشاہ بن بیٹھا۔ سنہ قبل الہجرۃ۔

ابرہہ کا بادشاہ ہونا

جبکہ ارياط کے مرنے کی خبر نجاشی کے پاس پہنچی تو اُسنے یمن پر چڑھائی کرنا چاہا مگر ابرہہ کی عرضداشت میں یہ حال بیان کئے جانے سے کہ ارياط ضعفاء یمن کے حق میں سخت ظالم تھا اور اگر بادشاہ حبش چڑھائی کریگا تو ابرہہ بلا عذر اپنے تئیں نجاشی کے حوالہ کر دیگا۔ اُسکا غصہ فرو ہوگیا اور ابرہہ کی حکومت کو بھی یمن میں تسلیم کر لیا۔

ابرہہ کا صنعا میں دوسرا کعبہ بنانا

ابرہہ نے اپنی دارالحکومت صنعا میں ایک کنیسہ اس غرض سے بنایا کہ اُس ملک کے باشندوں کو مکہ جانے سے روکے جبکہ کسی عرب نے اُس کنیسہ کے ساتھ بےادبی کی تو اُسنے خانہ کعبہ کے ڈھا ڈالنے کے قصد سے مکہ پر چڑھائی کی جسپر وہ ناکامیاب رہا۔ اور یہی سال وہ ہے جس میں رسول برحق تولد ہوئے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ وہ لڑائی ہے جسکو اہل عرب عام الفیل کہتے ہیں اور جو کہ ایک مشہور قصہ ہے (سنہ ۵۳ قبل الہجرۃ) ابرہہ کے مرجانے کے بعد اُسکا بیٹا یکسوم اور یکسوم کے مرجانے کے بعد مسروع صنعا میں صاحب حکومت ہوا۔

حرب الفیل

اہالی یمن کا مسروع پر چڑھائی کرنا

اہالی یمن اور علی الخصوص بنی حمیر کو سلطنت اور حکومت میں طریقہ توارث ناگوار معلوم ہوا اور سب لوگ سیف بن ذی یزن حمیری کے پاس جمع اور موجودہ حکومت کو اُٹھا دینے کے خواہاں ہوئے سیف نے قیصر روم سے مدد مانگی مگر قیصر نے مدد دینے سے انکار کیا جسپر وہ آل ساسان کے پاس فریادی گیا۔ خسرو پرویز نے بذریعہ لشکر کی مدد دینے سے تو انکار کیا مگر کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو قیدیوں کو تیرے سپرد کر دیا جائے۔ اگر یہ لوگ مارے گئے تو اپنی سزا کو پہنچیں گے اور اگر اُن کے ذریعہ سے فتح حاصل ہوئی تو ملک ہمارے قبضہ میں آجاویگا۔

خسرو پرویز کا سیف کو بطریقہ سوا امداد دینا

ذی یزن نے اُسکو منظور کیا اور اسطرح پر آٹھ ہزار قیدی آٹھ کشتیوں میں سوار کرا کر اُس کے ہمراہ کر دیئے گئے جن میں سے دو کشتیاں تو رستہ میں ڈوب گئیں اور باقی کشتیاں سلامت رہیں اور ساحل عدن پر قیدیوں کی فوج اُتاری گئی یہاں پر قبائل عرب بھی سیف کے شریک ہوگئے اور اس جمعیت کے ساتھ صنعا پر چڑھائی کی گئی۔ اگرچہ مسروع نے حبشیوں کی فوج کثیر سے

گیا مگر بدقسمتی سے وہ دن یوم بوس تہا۔

حنظلہ کی مصیبت

نعمان نے اپنی عادت کی حنظلہ سے تشریح کرکے کہدیا کہ ناممکن ہے کہ وہ اپنی عادت کو توڑے مگر اُسکو اجازت دی کہ جو حاجت اُسکی ہو وہ اُسکو بیان کردے۔ حنظلہ نے بہت داویلا اور فریاد کرکے کہا کہ میں ہی نرہا تو میری کیا حاجت ہوسکتی ہے۔ مگر جب اُس نے دیکھا کہ نجات ہونا ناممکن ہے تو قراد بن اجدع کو اپنا کفیل دیکر بال بچوں کو دیکھکر ایک تاریخ معین پر لوٹ آنے کی اجازت چاہی جو کہ اُسکو دی گئی۔ یوم معین پر حنظلہ نہیں آیا تو نعمان نے حکم دیا کہ بجائے اُسکے اُس قراد بن اجدع اُس کے کفیل کو مار ڈالا جائے۔ اُس کے مار ڈالنے کا انتظام ہو رہا تہا کہ حنظلہ واپس آگیا اُس کے اس طرح لوٹ آنے سے نعمان کو بڑی حیرت ہوئی۔ وجہ واپسی کے

نعمان کا مسیحی

استفسار پر حنظلہ نے یہ جواب دیا کہ وہ اپنے دین کے اقتضا کی وجہ سے وفاء عہد پر قائم رہنے کو ضروری سمجھ کر لوٹ آیا ہے۔ یہ سُنکر نعمان نے دونوں کو معاف کر دیا اور خود بھی دین مسیحی اختیار کرلیا جسکا کہ پیرو حنظلہ تہا۔

نعمان کو ہاتھی سے کچلوا کر مروا[نا]

خسرو پرویز (۳۳ قبل الہجرۃ میں تخت نشین ہوا) بادشاہ ایران نے نعمان کو لکہا کہ نعمان اپنی بیٹی کا نکاح اُس سے کردے جس کے جواب میں نعمان نے اس عذر کا خط لکہا کہ بیلوں کی مانند عرب کی عورتیں بادشاہ کے کیا لائق ہیں۔ خسرو کے ترجمان عدی ابن زید اور نعمان سے پہلے سے پرخاش تہی۔ کیونکہ نعمان نے اُس کے بہائی کو مروا ڈالا تہا جس کی وجہ سے عدی نے نعمان کے خط کا یہ ترجمہ کیا کہ کیا ایران کی لڑکیاں خسرو کے واسطے کافی نہیں ہوتیں کہ میری لڑکی کی درخواست کرتا ہے۔ اسپر خسرو ناراض ہوگیا اور نعمان کو بُلا کر ہاتہی کے پانوں کے نیچے کچلوا ڈالا۔

حکومت کا خاندان سے [نکلنا]

نعمان کے فوت ہوجانے پر خسرو پرویز نے حیرہ کی حکومت آل منذر کے خاندان سے نکالکر ایاس بن قبیصۃ الطائی کو دیدی لیکن اس تبدیل حکومت نے عربوں پر خراب اثر ڈالا اور سب عرب ایرانیوں سے بگڑ بیٹھے اور خسرو پرویز کے تمام لشکر کو نیست و نابود کر دیا۔ ایرانیوں کے لشکر

کسی ایسے کو بھی جانتے ہو کہ جس کی ماں نے میری ماں کی خدمت نہ کی ہو لوگوں نے بنی تغلب قبیلہ
میں سے عمر بن کلثوم کی نسبت کہا کہ وہ ایسا ہی شخص ہے عمر بن ہند نے یہ فکر کرکے کہ
عمر بن کلثوم کی ماں سے کسی طرح پر اپنی ماں کی خدمت کرائے۔ عمر بن کلثوم کو مدعو کیا جس کے
قبول کرنے پر عمر بن کلثوم معہ اپنی ماں اور سواروں کے رسالہ کے روانہ ہوا اور فرات کے
کنارہ پر اترا۔ عمر بن ہند نے حیرہ اور فرات کے مابین بہت سے خیمہ وغیرہ نصب کرا دیئے جہاں
عمر بن کلثوم معہ خدم وحشم کے اترا۔ کھانے سے فراغت ہو کر ہند نے کسی بہانہ سے خادموں
کو ادھر اُدھر بھیجدیا اور دیگر مہمان عورتوں کے سامنے کلثوم سے ایک رکابی اُٹھا دینے کی خواہش
کی جسپر کلثوم نے غصہ میں بھر کر کہا کہ کیا تیرے ہاتھ نہیں ہیں۔ لیکن جبکہ ہند نے اس سے اصرار
کیا تو کلثوم چلائی کہ (یا آل تغلب اذلاہ) اپنی ماں کی آواز پر عمر ابن کلثوم یہ خیال کرکے کہ بالضرور
اُس کی ماں کے ساتھ کوئی بڑی حقارت کی گئی ہے سخت غضبناک ہوا اور اپنے اہل لشکر کو حکم دیا
کہ عمر بن ہند کو مار ڈالو اور اس کے سامان کو لوٹ لو۔ اس حکم کے پانے پر عمر بن ہند کا تمام ساز و
سامان لوٹ لیا گیا اور اسکو مار ڈالا (۳۹ سنہ قبل الہجرۃ)۔

نعمان کا بادشاہ ہونا

اس کے بعد قابوس بن منذر بادشاہ ہوا۔ حکومت کی چھٹی برس میں بنی یشکر کے قبیلہ
میں سے ایک شخص نے اُسکو مار ڈالا اور بجائے اُس کے عمر بن ہند کا بھائی منذر بن ہند جانشین
ہوا اُس کی وفات پر نعمان بن منذر بن ماء السما بادشاہ ہوا۔ نعمان نے ایک رات کو ایک مصاحب
کو زمین کے اندر زندہ دفن کرا دیا اور بعد ازاں یہ عادت اختیار کرلی کہ ایک دن کو یوم بوس اور
دوسرے دن کو یوم نعیم قرار دیا۔ یعنے جو لوگ کہ یوم نعیم کو آتے تھے اُنکو انعام دیتا اور اکرام کرتا تھا
اور جو لوگ یوم بوس کو آتے اُنکو مروا ڈالتا تھا۔ نعمان ایک دن شکار کو گیا اور رستہ بھولکر طے
قبیلہ میں سے حنظلہ نامی ایک شخص کے مکان پر چلا گیا۔ حنظلہ نے نعمان کی بہت آؤ بھگت
کی نعمان نے اُسکی اس خدمت پر اپنی اصلیت کو اُسپر اظہار کر دیا اور یہ بھی کہدیا کہ اگر کسی وقت کسی بات
کی اُسکو ضرورت ہو تو وہ بے تکلف چلا آئے۔ کسی حاجت کے پیش آنے پر حنظلہ نعمان کے پاس

نہ ہوا اور وہ مر گیا۔

جسٹی نین اور قباد کی

سنہ ۹۵ قبل الہجرۃ میں جسٹی نین شہنشاہ مقرر ہوا اور جبکہ اس شہنشاہ نے افریقہ اور کاتیج کے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ نمایاں فتوح حاصل کر کے اپنی سلطنت کے رقبہ کو وسعت دی تو قباد ایران کے بادشاہ کو رشک و حسد پیدا ہوا اور اُس نے بلاد روم پر لشکر کشی کی اور قیصر کی فوج کو شکست فاش دی۔ دوسرے جسٹی نین کے عہد سلطنت میں ان دونوں سلطنتوں کے مابین جنگ و جدال ہوتی رہی۔

ہرمز بن نوشیرواں، یورش کر کے پسپا ہو

ٹیبرس کے زمانہ میں (جو کہ سنہ ۴۴ قبل الہجرۃ میں شہنشاہ ہوا) ہرمز بن نوشیرواں نے رومیوں کے ملک پر یورش کی مگر موریس نامے رومیوں کے سپہ سالار کی فراست کے سبب سے ایرانیوں کو سخت زک ملی اور پسپا کر دیئے گئے جس کے صلہ میں ٹیبرس نے بعد اپنے موریس کے واسطے تخت ملنے کی وصیت کی اور سنہ ۴۰ قبل الہجرۃ میں وہ قیصر ہو گیا۔

امپرر موریس سے خسرو کا امداد طلب کرنا

قیصر موریس کے عہد سلطنت میں ایران میں اندرونی خرابیوں کی وجہ سے شہنشاہ ایران خسرو پرویز نے قسطنطنیہ جا کر قیصر موریس سے مدد مانگی۔ موریس نے کافی لشکر اُس کے ہمراہ کر کے خسرو پرویز کو ایران کے تخت پر متمکن کر دیا اور اپنی لڑکی بھی خسرو پرویز کو دی۔ ان واقعات کے بابت سعید پاشا یوں لکھتا ہے۔

سعید پاشا کا اس واقعہ کے متعلق بیان

نوشیروان عادل کی وفات کے بعد اُسکا بیٹا ہرمز تخت سلطنت پر جلوس فرما ہوا (سنہ ۴۳ قبل الہجرۃ) اس چوتھے ہرمز کے زمانہ میں عربوں اور ترکوں نے سلطنت ایران کو بہت تنگ کیا تھا مگر دولت ساسان کے سر عسکر بہرام چوبیں کی بہادری اور تدابیر سے وہ مغلوب کیے گئے۔ لیکن

چوتھے ہرمز کا زمانہ اور بہرام چوبیں

ملک میں بہرام چوبیں کا اقتدار و شان بڑھ جانے سے اُس کے رقیبوں نے اُس کے اور ہرمز کے مابین سخت اختلاف پیدا کرا دیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہرام چوبیں نے دیگر سرداران ایران سے اتفاق کر کے ہرمز کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر اندھا کر دیا اور اُسکو معزول کر کے اُس کے بیٹے خسرو پرویز کو تخت نشین کر دیا (سنہ ۳۲ قبل الہجرۃ)۔

ی تباہی سے آیا ... ہی بھاگ گیا اور سنہ ... ہجری میں بادشاہی منافرہ کے خاندان میں سے منذر بن النعمان ... ملک پر مسلط کیا۔

ساسانی اور رومی شہنشاہوں کی حالت

سلطنت کا ... ہو جانا

سنہ ۲۲۲ قبل الہجرہ میں روم کی سلطنت دو حصوں میں منقسم ہو گئی تھی جن میں سے ایک کو مغربی اور دوسرے کو مشرقی شہنشاہی کہتے تھے۔ مشرقی شہنشاہی کا دارالسلطنت قسطنطنیہ تھا اور شام و مصر وغیرہ ممالک اسمیں داخل تھے۔

ساسانیوں کی مذہبی لڑائیاں

اگرچہ صدیوں سے ان دونوں سلطنتہاے عظام میں یعنی ایران و روم* میں باہم رقابت جاری تھی اور کسی ادنیٰ حیلہ اور بہانہ کے ہاتھ آنے پر ایک دوسرے پر فوج کشی کر بیٹھتا تھا۔ لیکن خصوصاً اس میں یہ اور خرابی پڑ گئی تھی کہ عیسوی مذہب کے پھیل جانے اور سلطنت دولت ایران کے حدود میں بھی اس مذہب کے سرایت کر جانے کی وجہ سے ساسانی سلاطین ہر ایک قسم کا جور و ظلم اس نئے مذہب کے پابندوں پر روا اور جاری رکھتے تھے۔

زدگرد ... کرنا

سنہ ۱۶۵ قبل الہجرہ میں ارمنی لوگوں نے اسباب پر مجبور ہو کر یزدگرد شہنشاہ ایران سے بغاوت کی تھی کہ انکو مذہب عیسوی کے ترک اور دین آتش پرستی کے قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

سنہ ۱۲۰ قبل الہجرہ میں قباد نے شہر آمدی (دیار بکر) کو جو روم کی حکومت میں تھا فتح کر کے تباہ و برباد کر دیا۔ اور خود اس ملک پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جب اس کی خبر قیصر روم کو ہوئی تو اس کی فوج جرار نے پھر وہاں سے ایرانیوں کو مار کر نکالدیا اور شہر آمدی از سر نو آباد کیا۔

سنہ ۸۴ قبل الہجرہ میں جبکہ جسٹین مشرقی شہنشاہی پر منتخب کیا گیا تو اسکو تمام اپنی عمر ایرانیوں سے ان لڑائیوں میں صرف کرنا پڑی جو ملک کے استرداد کے واسطے کی گئیں تہیں مگر ...

*ان دونوں شہنشاہوں کے اندرونی انتظام بھی ویسے ہی خراب اور بیڈھنگے ہو گئے تھے جسطرح کہ انکے تعلقات باہمی تھے مگر طوالت کلام کے خوف سے صرف ان تعلقات میں سے چند کو لکھا جاویگا جو آل ساسان اور قیاصرہ روم کے باہم تھے۔

تباہ اور برباد کرادیا تو یہ بغاوت بھی فرو ہوگئی۔

قوقاس کا قتل ہرقل کی تخت نشینی

لیکن اہالی روم بھی قوکاس کے ہاتھوں سے تنگ تھے اُنھوں نے والی حبش ہرایک لیس جسکو ہرقل کہتے ہیں پیغام بھیجا کہ وہ روم کے لوگوں کو قوکاس کے ہاتھ سے نجات دے۔ ہرایک لیس نے اس عام خواہش کی بنا پر ایک بڑا لشکر طیار کیا اور اول اپنے بیٹے کو معہ ایک حصہ لشکر کے روانہ کیا اور پھر آپ روانہ ہوا جوں ہی ہرایک لیس کا بیٹا قسطنطنیہ پہنچا تو امیر قوکاس معہ اُس کے بھائی اور دیگر مددگاروں کے مارڈالا گیا۔ (۱۱ سنہ قبل الہجرۃ) اور ہرقل وہاں پہنچتے ہی تخت پر بٹھا دیا گیا۔

اسی زمانے میں موریس مقتول کے ایک بیٹے یعنی اپنے سالے کی مدد کے واسطے خسرو پرویز نے فوج کشی کی اور ملک کو تباہ اور خراب کرتا ہوا قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اُسکا محاصرہ کرلیا اہالی نے موریس کے بیٹے کو شہنشاہی کے واسطے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

خسرو پرویز کو رومیوں کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور اُسکا بس قسطنطنیہ پر نہیں چلا تو لوٹتے ہوئے۔ انطاکیہ۔ قدس۔ اور سوریہ شہروں پر یورشیں کیں اور وہاں کے عیسائیوں کا قتل عام کرادیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو جلا ڈالا کنیساؤں کو خراب کر ڈالا اور صلیب کو لیکر مدائن میں واپس آگیا اور ایران پہنچکر رومیوں کی مقبوضہ مصر اور طرابلس کے اوپر ایک لشکر جرار روانہ کیا۔ طرابلس اور نوبہ کو لوٹ لیا۔ خسرو پرویز کی اس زیادتی کو ہرقل نے بھی خاموشی سے قبول نہیں کیا اُس نے بھی اپنا لشکر فراہم کیا اور بلاد فارس پر چڑھائی کی اور نصیبین میں ایرانیوں کی سپاہ پریشان اور پسپا کردی گئی۔ خسرو پرویز نے اپنے خراج گذار خراسان کے بادشاہ شہر زاد کو سپہ سالار مقرر کرکے پھر لشکر کشی کا حکم دیا جس نے رومیوں کی قوت کو برباد کردیا اور اُن کے ملکوں کو لوٹتا اور لیتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا (۵ سنہ قبل الہجرۃ)

چونکہ رومی اہل کتاب تھے اسوجہ سے اُن کے مغلوب ہونے کی خبر پہنچنے سے مسلمانوں کو بہت رنج ہوا مگر خدائے تعالےٰ نے آیت کریمہ (یعنے الم غلبت الروم) کے ذریعہ سے مسلمانوں کو

جبکہ خسرو پرویز کو بہرام کے غلبۂ نفوذ کا تحمل نہ ہو سکا تو اُس نے بہرام سے لڑنے کیواسطے لشکر جمع کیا اور نہروان کے قریب خسرو پرویز کو شکست ہونے سے خسرو کو یہ وہم ہوا کہ کہیں پھر اُسکا باپ ہرمز تخت نشین نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ نہایت تیزی سے وہ مدائن گیا اور وہاں جاکر اپنے باپ ہرمز کو قتل کر ڈالا اور اُس کے بعد شہنشاہ روم موریس سے مدد مانگی۔ ایمپرر موریس نے اس معاہدہ کے بعد کہ جس خراج کے ادا کا دولت ایران کی طرف سے راس العین کے محاربہ کے بعد وعدہ کیا گیا تھا اُسکو خسرو پرویز ادا کریگا۔ ساٹھ ہزار لشکر خسرو کی مدد کے واسطے اُسکے ساتھ کیا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی خسرو سے کر دی اس لشکر کی مدد سے خسرو پھر اپنے تخت پر بیٹھا اور بہرام چوبین بھاگ گیا۔

...بہ کی امداد ... لڑکی کا خسرو سے ... ح بہرام کی فراری

ایمپرر موریس خسرو کو مدد دیکر خود تاتاریوں کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہوا پانچ لڑائیوں میں فتح و ہزیمت مشتبہ رہی چھٹی لڑائی میں تاتاریوں کے بارہ ہزار آدمی رومیوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے جن کے چھوڑنے کے واسطے تاتاری لوگ فی کس ایک دینار فدیہ دیتے تھے اور موریس فی کس ڈیڑھ دینار مانگتا تھا جبکہ تاتاریوں نے ڈیڑھ دینار فی کس قبول نہیں کیا تو موریس نے سب کو قتل کر ڈالا۔ اس ظالمانہ کارروائی سے ایمپرر موریس کا لشکر اور رعیت اُس سے ناراض ہو گئی اور علانیہ بغاوت کر کے موریس کو تخت چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور بجائے اُس کے فوکاس کو بٹھا دیا (سنہ ۲۱ قبل الہجرۃ) فوکاس نے تخت پر بیٹھتے ہی موریس کو جو کہ بھاگ گیا تھا پکڑنے کے واسطے آدمی مامور کیے جنہوں نے اُسکو بمقام قاضی کوئی جو کہ قسطنطنیہ کے قریب جانب ایشیائی ایک موضع کا نام ہے معہ اُس کے پانچوں بیٹوں کے گرفتار کر لیا اور جبکہ وہ قیصر فوکاس کے حضور میں پیش کیا گیا تو اُس کے پانچوں بیٹے اور پھر وہ قتل کرایا گیا۔

...پرر موریس کی ظالمانہ ... بات سے رعایا کی نفرت

فوکاس نے والی مصر کو ایک حکم بھیجا جس کی بنا پر وہاں کے تمام باشندے سرکاری ملازمت سے برخاست کر دیئے گئے اور اُن کی امداد موقوف کر دی گئی اسوجہ سے اسکندریہ میں عام طور سے بغاوت ہو گئی مگر فوکاس نے وہاں کے یہودیوں کو حکم دیکر وہاں کے اصلی باشندوں کو

...ر مصر کے نام ظالمانہ ... حکام اسکندریہ کی بغاوت

رومیوں کا ایران پر غلبہ پانا اور قرآن مجید کی آیۃ کی تصدیق

دعویٰ کیا جنہوں نے سو اونٹ صدیق اکبر کو دیئے۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے بموجب وہ سب اونٹ فقرا اور مساکین کو تقسیم کر دیئے گئے اور عیسائیوں کی اس فتح سے تمام مسلمان نہایت خوش ہوئے۔

زمانہ جاہلیت میں جو حال ملک عرب کا تھا اُسوقت تک اچھی طرح ذہن نشین نہیں ہوگا جبتک کہ مختصر حال اور نہ بیان کیا جائے۔

عرب کی زمانہ جاہلیت کے مطابق تقسیم

عرب کی عمومی تقسیم دو طرح پر کی جاسکتی ہے۔ یعنی اہل مدر اور اہل وبر۔ اہل مدر وہ جو دیہات و قصبات میں ملک آباد ہو گئے تھے اور یہی وہ لوگ تھے جنپر ملوک یا سلاطین عرب حکمرانی کرتے تھے اور ان عرب نے تجارت زراعت کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ باغ و بستان لگاتے تھے تجارت کرتے تھے اور تجارت کے واسطے دوسرے اقطاع میں جاتے تھے۔ چنانچہ قریش حجاز ہر سال میں ایک مرتبہ شام اور ایک مرتبہ یمن کا سفر خرید و فروخت اموال کے واسطے کیا کرتے تھے۔ ان وجوہ سے انہیں صنعت اور دستکاری کرنے والے بھی موجود تھے اور آرام و آسایش یا زیب و زینت کی ذرایع اور سامان بھی کسی قدر موجود تھے۔ باقی بڑا گروہ عربوں کا وہ تھا جو اہل وبر تھے جنکو بادیہ نشین یا بدو کہا جاتا ہے انکا کوئی گھر نہ تھا پہاڑوں کے دامنوں یا جنگلوں میں جہاں پر اُنکی مویشی کے واسطے پانی میسر ہوسکتا تھا خیموں یا جھونپڑیوں میں بسر کیا کرتے تھے۔ بادیہ نشین فرقہ کا میلان تجارت یا صنعت کی طرف مطلق نہ تھا۔ اُن کے خیموں کا مقصود صرف دھوپ کی گرمی سے اپنے آپ کو بچانا تھا۔ خیمہ صرف ایک کمبل کا ہوتا تھا جو اونٹ دنبہ۔ بکری یا گھوڑے کے بالوں سے بنایا جاتا تھا۔ جھونپڑے کھجور کے پتوں یا بعضے گھاسوں سے بنائی جاتی تھی۔ سفر کی مشکلات کی برداشت کرنے اور گرمی کے وقتوں میں بھی پاپیادہ یا اونٹ یا گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے پھرنے میں بڑے مشاق اور ماہر تھے۔ دھوپ گرمی کی ان کو بالکل پروا نہیں ہوتی تھی۔ مذاہب کا یہ حال تھا کہ گو بعض اشخاص موحد موجود تھے اور نیز حضرت ابراہیم۔ حضرت اسمٰعیل علیہم السلام وغیرہ بعض انبیا کو مانتے تھے مگر تاہم ہر ایک کا میلان بت پرستی کی طرف تھا۔

بشارت دی کہ عنقریب اہل روم غالب ہوجائیں گے۔ چنانچہ آیۃ شریفہ کے نزول سے سات برس کے بعد رومیوں نے مکرر ایرانیوں پر ایسی فتح حاصل کی کہ اپنی سابقہ ہزیمت کو فراموش کرگئے اور نصیبین تک تمام ملک زردشتیوں کے ہاتوں سے نکال لیا۔ سنہ قبل الہجرۃ میں خسرو پرویز مرگیا۔ اور بجائے اُس کے شیرویہ تخت پر جلوہ افروز ہوا۔

جودت پاشا مرحوم کا بیان۔

ایک دوسرا مورخ یعنے مرحوم احمد جودت پاشا جو بڑا دیندار عالم تھا اور جس نے ابھی یعنے سنہ ۱۸۹۵ء میں انتقال کیا سنہ ۶ ہجری کے واقعات لکھتے وقت صلح حدیبیہ کے بیان میں اس واقعہ کا حال یوں لکھتا ہے۔ سنہ قبل الہجرۃ میں ایرانیوں نے سلطنت روم پر غلبہ پاتے ہی انطاکیہ۔ شام۔ قدس شریف کے اطراف سے دین عیسوی کو مٹا کر بجائے اُس کے شرک یعنی دین مجوسی کو پھیلانے کا ارادہ کرلیا تھا۔ چونکہ اہل روم کا مذہب عیسوی تھا اور وہ لوگ بوجہ اہل کتاب ہونے کے مسلمانوں کے مذہب کے زیادہ تر قریب تھے اسوجہ سے مشرکین عرب بہ نسبت عیسائیوں کے اہل ایران کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور جسقدر ایران اہل روم پر غالب ہوتا تھا۔

مشرکین مکہ کو فتح ایران پر خوشی نزول ایت (الم غلبت الروم)

مشرکین قریش مسلمانوں کو چڑاتے اور کہتے تھے کہ ہمارے بھائی یعنی مجوسی تمہارے بھائیوں یعنی اہل روم پر غالب ہوتے جاتے ہیں۔ عنقریب ہم بھی تم پر اسی طرح غالب آئیں گے۔ مسلمان ان خبروں اور باتوں سے مکدر ہوتے تھے (الم غلبت الروم) آیۃ شریف نازل ہونے سے من جانب اللہ غلبہ اہل روم کی بشارت سنکر مسلمان خوش ہوے اور مشرکین عرب نے اس پیشین گوئی کی تکذیب کی جسپر حضرت ابوبکر الصدیق اور ابی ابن حلف ایک مشرک میں یہ شرط ہوئی کہ اگر دس سال کے اندر رومی قریش پر غالب آجائیں تو سو اونٹ ابی ابن حلف حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دے اور اگر ان دس برسوں میں اہل روم غالب نہ آئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضہ ایک سو ۱۰۰ اونٹ ابی ابن حلف کو دیں۔

حضرت صدیق اکبر رضہ اور ابی بن حلف کی شرط

اس حدیبیہ کے سفر سنہ ۶ ہجری میں رومیوں کا اہل ایران پر غالب آجانے کی جبکہ عموماً خبر مشہور ہوگئی۔ تو ابی ابن حلف مرچکا تھا مگر ابوبکر صدیق نے اُس کے وارثوں سے سو اونٹوں کا

حصہ دوم

مصلح کی ضرورت

مذکورہ بالا واقعات کو (جو حصہ اول میں بیان کیئے گئے ہیں) بحثیت مجموعی پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اُس زمانہ کا جزیرہ نما عرب اور اُس کے گردوپیش میں کیا حال تھا اور دنیا کیسی مصیبت میں تھی اور بنی نوع انسان بوجہ کثرت معبودوں اور اختلاف عقائد کے ایسی حالت میں متفرق اور منتشر تھے گویا کہ وہ ایک جنس میں نہیں ہیں۔ حادثات اور واقعات کو بطور فوق العادۃ مؤثر سمجھنے اور اُس کی بنا پر عقیدہ رکھنے سے وہی اصلی حالت اور اسباب کی تحقیقات سے بالکل محروم ہوگئے تھے گو کہ عیسائی مذہب نے مدت سے شاہی مذہب ہوجانے کی وجہ سے پورا رعب و داب پیدا کر کے اپنے معتقد بہت کچھ بڑھا لیئے تھے مگر اُس کے پیرؤں کی بداعمالیوں نے جو ملک گیری کے واسطے کی جارہی تھیں عالم کے روبرو دین مسیحی کو بطور ایک خونخوار اور ظالم مذہب کے پیش کر رکھا تھا۔ ساسانیوں اور رومیوں میں آئے دن کی جنگ و جدال کی وجہ سے وہ حصہ ملک جو شرقاً اور غرباً مدائن اور قسطنطنیہ اور جنوباً و شمالاً جزیرہ نما عرب اور بحر اسود کے مابین تھا۔ باعتبار امن اور عافیت کے عرب سے بہتر حالت میں نہ تھا۔

نیچر نے بنی نوع انسان کی سر پر سے ان بلاہائے عظیم کے رفع کرنے کے اور انکو سیدھے رستہ پر ڈالنے کے جو تدابیر اختیار کیں وہ ایک ایسے شخص کی پیدائش سے عبارت ہے جو بہ اعتبار اپنے چال وچلن۔ جودت طبع۔ راست بیانی۔ فصاحت کلام۔ وقار اور تمکین کے ایسا بے مثل تھا کہ جس کے دشمنوں نے بھی اُس کی ان صفات اور خوبیوں کو ویسا ہی تسلیم کیا جیسا کہ اُسکے پیرؤوں اور معتقدوں نے اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ۔

قبل اس کہ محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ رسالت شروع کی ہو بوجہ اپنی

حجاز میں بت

۳۱۵ سنہ قبل الہجرۃ۔ عمر بن لحی ذشام سے ہبل۔ اساف و نائلہ بتوں کو اپنے ہمراہ لاکر اول مقام زمزم میں رکھا۔ لیکن آخر میں وہ داخل خانہ کعبہ کر لیئے گئے۔ رفتہ رفتہ ہر ایک قبیلہ اور خاندان کا بت اور معبود جدا جدا ہوگیا۔ سال کے دنوں کے اعتبار پر ۳۶۰ بتوں کی پرستش ہوتی تھی حرم اور کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا قبیلہ قریش کا میلان لامذہبی کی طرف ہی تھا۔ قبیلہ ربیعہ و غسانیہ یا غساسنہ نے عیسائی دین اختیار کر لیا تھا۔ حمیری۔ بنی کنانہ۔ بنی الحارث اور کندہ قبایل موسوی اور بنی تمیم مجوسی ہو گئے تھے۔ علاوہ بت پرستی کے اجرام فلکی کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ ہر ایک ادنی بات کو باعث خیر و شر کا سمجھا کرتے تھے اور اسوجہ سے اور اور بہت سی باتوں پر تفاول کیا کرتے تھے۔

بلال حبشی۔ صہیب رومی۔ عمار یاسر اُن کی والدہ اور بہت سے اہل بصیرت نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

قرآن مجید کی فصاحت کا اثر عرب میں

خاتم الانبیاء کے مہذب اور مرغوب عادات اور اطوار نے جس طرح پر اہل عرب کے دلوں کو تسخیر کرلیا تھا اُس سے زیادہ آپکا اثر قرآن مجید کی فصاحت بیان اور خوبی ادا مقاصد کے ذریعہ سے بتہرعرب پر پڑا۔

سرداران قریش میں سے ایک دن خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ولید بن المغیرہ آیا اور کہا کہ کچھ قرآن پڑھ کر مجکو سُنا دو۔ رسول اکرم کی زبان مبارک سے (انّ اللّٰہ یأمُرُ بالعدل والاحسان وایتاء ذالقربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون) سنکر کہنے لگا کہ اس کے اندر تو ایک عجیب حلاوت و لطافت ہے۔ اور ایسا مفید ایک کلام ہے جسکو بشر نہیں کہہ سکتا۔ جب وہ اپنی قوم میں گیا اور کہا کہ تم میں سے شعر کا جاننے والا مجسے بہتر کوئی نہیں ہے میں اشعار کی تمام اقسام اور انواع کو جانتا ہوں محمدؐ نے جو کلام میرے سامنے پڑھا وہ ان میں سے کسیکا مشابہ نہیں ہے۔ اُسکا کلام ہر ایک کلام پر غالب آئیگا۔ اور کوئی کلام اُسکو مغلوب نہین کرسکتا۔

ایک دن رسول برحق حرم کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تہے اور دوسری طرف مشرکین قریش جمع تہے اُن میں سے ابوالولید ایک سردار نے اپنے دوستوں سے کہا کہ کہو تو محمدؐ کے پاس جاکر اُسکو سمجھاؤں اور پوچھوں کہ وہ ہمسے چاہتا کیا ہے اور کہوں کہ اگر وہ سرداری یا مرتبہ چاہتا ہو تو ہم تجکو دیدیں بشرطیکہ وہ ہمارے معبودوں پر اعتراض اور ہمارے مذہب میں تعرض نکرے شاید اسکو وہ قبول کرلے اور اس روز کی کشاکش سے ہم سب کو نجات ملجاے۔ سب کی تائید سے ابوالولید اُٹھکر رسول اکرم کے پاس آیا اور اپنے زعم میں بہت کچھ نصائح پند آپ کو کیے جبکہ اُس کی باتیں ختم ہوچکیں تو آپ نے اُس سے کہا کہ اب میری طرف مخاطب ہو اور سُن یہ فرماکر آپنے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ سجدہ اُسکو سُنائی اور آخر میں سجدہ کرکے پوچھا کہ سُنا تو نے ابوالولید

راست بازی اور بے عیب رویہ کے قبائل عرب میں آپ کا لقب الامین پڑ گیا تھا اور ہر شخص آپکو محمدؐ الامین کے نام سے پکارتا تھا۔ جو اشخاص یا رہبان کہ مذہبی تاریخ کی بنا پر ی جدید نبی کے پیدا ہونے پر یقین رکھتے تھے وہ اس رعب و جلال و متانت و تمکین کے سبب سے جو آپکے چہرۂ مبارک سے ظاہر رہتا تھا آپکو نبی موعود قرار دینے میں پس و پیش نہیں کرتے تھے۔ سنہ ۲۸ قبل الہجرۃ یعنے ۱۵ برس قبل تبلیغ رسالت جبکہ آپکے نکاح کا خطبہ ابو طالب آپکے چچا نے پڑھا تو اس میں یہ الفاظ بھی تھے (اما بعد میرے بھائی کے بیٹے محمد ابن عبداللہ کا قریش کے کسی نوجوان سے مقابلہ کیا جائے تو حسب و نسب و عقل و فضائل میں سب سے بہتر نکلیگا۔ اُس کے مال کی قلت قابل لحاظ شے نہیں ہے اور قسم ہے خدا کی کہ آیندہ اس کی شان بڑی ہونے والی ہے) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کنبے اور قبیلوں کی نظروں میں بھی آپ ایک شان دار اور ترقی کرنے والی ذات شمار ہوتے تھے۔ سنہ ۱۸ قبل الہجرۃ (یعنے تبلیغ رسالت سے آٹھ برس اول) جبکہ دیوار کعبہ میں حجر الاسود کے رکھے جانے پر اکابر قریش میں تکرار ہوئی اور نوبت بہ کشت و خون آنے والی تھی تو سب مشرکین قریش نے محمد الامین کو حَکَم یعنے فیصلہ کر دینے والا قرار دیا آپکے فیصلہ سے سب کے سب راضی اور ممنون رہے اور وہ فساد ٹل گیا۔ حضرت خدیجہ سیدۃ النسار رضی اللہ عنہا آپ کی صداقت اور راست بازی کی ایسی معتقد تھیں کہ سنہ ۱۰ قبل الہجرۃ میں آپ کے دعوی نبوت کے ساتھ ہی فوراً ایمان لے آئیں۔ اور اُس تعصب اور پابندی عادات قدیم پر جو عورتوں کی سرشت میں داخل ہیں محمد الامین کی صداقت اور سچائی کا اثر خدیجہ پر غالب آیا۔ علاوہ سیدۃ النسار کے تھوڑے عرصے میں آپکے دوست یا احباب یا واقف کاروں میں سے بہت سے حضرات مثلاً۔ ابو بکر صدیقؓ۔ علیؓ۔ زید بن حارثؓ۔ عثمانؓ ابن عفان۔ عبدالرحمن بن عوفؓ۔ سعدؓ ابن ابی وقاص۔ زبیرؓ بن العوام۔ طلحہؓ بن عبیداللہ۔ ابو عبیدہؓ بن عبداللہ۔ خبابؓ بن ارث۔ سعیدؓ بن زید بن عمر۔ فاطمہؓ بنت الخطاب۔ ابو سلمہؓ ابن عبد الاسد۔ ارقمؓ بن ارقم المخزوص۔ عثمانؓ بن مظعون۔ قدامہ۔ عبداللہ۔ عبیدہ بن الحارث بن عبد المطلب بن عبد مناف۔ عبداللہ۔ مسعود۔

آپکی نسبت اہل خاندان کی رائے۔

نبوت تک سات قصیدے اسیطرح پر آویزاں ہو چکے تھے جنکو معلقات سبعہ کہتے ہیں۔ ان میں امرء القیس کا قصیدہ سب سے بالاتر تھا۔

جبکہ آیت شریف (یاارض ابلعی مائك ویاسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعدا للقوم الظالمین) نازل ہوئی تو اسوقت امرء القیس تو مرچکا تھا مگر اُس کی بہن زندہ تھی اُس نے آیت موصوف سنکر کہا کہ اب کسیکو کلام کرنے کی گنجایش نہیں رہی اور میرے بھائی کے قصیدے کا افتخار بھی جاتا رہا۔ یہ کہکر اُس نے کعبہ کی دیوار پر سے وہ قصیدہ نوچ لیا۔ جب سب سے اونچا قصیدہ نہ رہا تو اور بھی بے حکم ہو گئے اور اُتار دیئے گئے۔

حضرت عمرؓ کا قرآنی پر ایما

حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ جیسے عقیل و شجیع اور صاحب اثر شخص کو شرف اسلام کی طرف مائل کرنے والی بھی فصاحت قرآنی تھی۔ عمر بہ تہیۂ قتل ننگی تلوار ڈالے ہوے گھر سے چلے اور رستہ میں یہ خبر پاکر کہ اُن کی بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں یہ ارادہ کیا کہ اول ان دونوں کا کام تمام کردوں مگر وہاں پہنچکر سورہ طٰہٰ کی یہ آیت سُنکر (لہٗ مافی السمٰوات ومافی الارض ومابینھما وماتحت الثریٰ لاالہ الاھو لہ الاسماء الحسنیٰ) اپنے تمام ارادوں سے باز رہے اور وہیں پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لے آئے اور حضرت حباب کے ہمراہ رسول اکرم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر تجدید اسلام کیا۔ اہالی یثرب جو آخر میں انصار کہلائے رضی اللہ عنہم وہ فصاحت قرآنی کے معجزہ کے سبب سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے

فصاحت متعلق

جبکہ مدینہ (یثرب) کے باشندے کچھ مسلمان ہوگئے تو اُنھوں نے دین اسلام کی تعلیم کے واسطے ایک صحابی کے بھیجنے کے لیئے حضور نبوی میں عرض کیا اور آنحضرت نے مصعب عمیری کو مدینہ طیبہ بھیجدیا۔

جسوقت کہ مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو وہاں پر چالیس آدمی مسلمان ہو چکے تھے جن میں

ابوالولید۔ یہ کہکر کہ ہاں۔ اُٹھا اور اپنے دوستوں میں جاکر کہا کہ کچھ نہ پوچھو کسواسطے کہ آج میں نے ایک ایسا کلام سُنا ہے کہ تمام عمر میں سنے اُس کے مثل نہیں سُنا۔ اے قوم واللہ یہ کلام نہ تو شعر ہے نہ جادو ہے نہ کہانت ہے اے جماعت اگر میری بات مانو تو اس شخص کو چھیڑو مت اور اس کے حال پر اُسکو چھوڑ دو۔

مشرکین مکہ کی عاجزی۔

فصاحت قرآنی کا جبکہ زیادہ چرچا ہونے لگا اور مشرکین مکہ نے یہ خوف کہا کر کہ ایام حج میں قبایل عرب جو کہ اطراف سے آتے ہیں وہ بھی مسلمان ہونے لگے تو بہت خرابی واقع ہوگی۔ باہم بیٹھ کر یہ مشورہ کیا کہ ہم سب کو کوئی ایک بات قرار دینی چاہیئے تاکہ محمدؐ اور قرآن کی نسبت وہی بات یکزبان ہوکر ہم حج پر آنے والی اقوام کے روبرو بیان کریں۔ اس جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ ہم کو یہ کہنا چاہیئے کہ وہ کاہن ہے مگر ولید بن المغیرہ نے کہا کہ وہ تو کاہن نہیں ہے کیونکہ اُس کی باتیں کاہنوں کی باتوں سے کسی طرح پر مشابہ نہیں ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ یہ نہیں تو مجنون کہنا چاہیئے۔ ولید نے کہا کہ اگر تم اُسکو مجنون کہوگے تو کوئی شخص تمہاری بات پر یقین نہیں کریگا۔ کیونکہ اُس میں کوئی علامت جنون کی نہیں پائی جاتی۔ بعض اُن میں سے بولے کہ شاعر کہنا چاہیئے جس کے جواب میں ولید نے کہا کہ میں شعر کے جمیع اقسام سے واقف ہوں اُسکا کلام کسی ایک قسم کے شعر سے مشابہ نہیں ہے کسی نے کہا کہ شاعر نہیں تو ساحر ہے۔ ولید نے جواب دیا کہ ساحر کیونکر ہوسکتا ہے نہ تو وہ کچھ پڑھ کر کسی پر پھونکتا ہے نہ گنڈے کرتا ہے غرض کہ کوئی بات اُسمیں نہیں ہے جو ساحروں کے مشابہ ہو سب نے کہا کہ اگر یہ سب باتیں نہیں ہیں تو پھر کیا ہے جس کے جواب میں ولید نے کہا کہ یہ تو میں جانتا نہیں کہ کیا کہنا چاہیے مگر جسقدر باتیں اسوقت کی گئی ہیں وہ تو ایک بھی اُسپر صادق نہیں آتی۔

معلقات سبعہ کی بیقدری

عرب میں فصاحت کلام کی قدر قبل الہجرۃ کی صدیوں سے بہت کچھ کی جاتی تھی۔ اور میلوں اور مجمعوں میں جمع ہوکر ہر ایک شخص اپنے کلام کو سُناتا تھا اور جسکا کلام بہتر اور مقبول عوام ہوتا اُسکی بہت کچھ عزت کی جاتی تھی۔ قبل الہجرۃ کی آخری صدیوں میں یہ رواج ہوگیا تھا کہ جو قصیدہ یا اشعار کہ مرغوب تر ہوتے تھے وہ دیوار کعبہ پر علی قدر مراتب پست و بلند لٹکائے جاتے تھے۔ زمانہ سعادت

نبی علیہ السلام بجرأت ہوکر اظہار حق کرنا

بانی اسلام کی تعلیم نے صرف یہی ایک اثر نہیں کیا کہ عربوں کی بہادری اور جفاکشی کی قوت کو جو بوجہ کثرت معبودوں کے پرستش سے پریشان ہو رہی اور رائیگاں جا رہی تھی ایک معبود لاشریک کی پرستش کے اوپر مائل کر کے اُسکو جمع کر دیا ہو بلکہ اُن کی اخلاق سیئہ اور وحشیانہ افعال و حرکات کی اصلاح بھی ساتھ ہی ساتھ شروع کر دی اور امور حقہ کے اظہار تعلیم میں کسی کی ناراضگی یا ایذا رسانی کا خوف نہیں کیا۔ نبی اکرم نے جبکہ وعظ کہنا شروع کیا اور بتوں کی پرستش کو بیوقوفی کا کام بتایا تو عتبہ۔ شدیہ۔ ابو سفیان بن حرب بن امیہ۔ ابو البختری۔ ابو جہل ابن ہشام بن المغیرہ۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص ابن وائل اور دیگر عماید قریش ابو طالب کے پاس آئے اور شکایت کی کہ تیرا بھتیجا ہمارے دین میں دخل دیتا ہے اور ہمارے تمہارے اجداد کو گمراہ بتاتا ہے یا تو اسکو منع کر دے یا اُسکی حمایت ترک کر دے۔ ابو طالب نے اُنکو مناسب وقت باتیں کہکر ٹال دیا۔ رسول اللہ کو بدستور دعوت دین اسلام میں مصروف دیکھکر پھر یہ لوگ ابو طالب کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ اب صبر و تحمل کرنا ناممکن ہے۔ اگر تیرا بھتیجا اس نئے دین کی تعلیم سے باز نہیں آئیگا تو ایک باقی رہ جائیگا یا وہ یا ہم۔ ابو طالب اسکو سُنکر پریشان ہو گئے مگر ابو طالب نے جب یہ قصہ آنحضرت سے بیان کیا اور اشارتاً ایسا ہی ظاہر کیا کہ شاید وہ بعد ازیں حمایت نہیں کر سکیں گے۔ تو آنحضرت مکدر تو ہوئے مگر فرمایا کہ اے میرے باپ کے قائمقام چچا مجکو خدائے تعالےٰ نے تبلیغ احکام کے واسطے مامور فرمایا ہے۔ میں اُس کے حکموں کی تعلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ ان لوگوں سے جو بن پڑے کریں میں اپنی باتوں سے باز نہیں رہ سکتا۔

تہذیب و اخلاق

باوجود اس کے کہ آیات قرآنی میں بہت کچھ تہذیب و اخلاق اور درستی چال وچلن کے بارہ میں احکام بیان ہوئے تھے مگر تاہم سلہ قبل الہجرۃ میں جبکہ اہل یثرب (مدینہ طیبہ) میں سے چند انصار رضی اللہ عنہم نے سبقت کی تو آپ نے اُن سے یہ عہد بھی کرایا کہ بعد ازیں وہ شرک نہیں کریں گے۔ زنا نہیں کریں گے۔ چوری اور بہتان بندی نہیں کریں گے اور اپنے بچوں اور بچیوں کو نہیں مار ڈالیں گے۔ سشہ ہجری فتح مکہ کے بعد کے خطبہ میں بھی مخصوصاً

سرداران مدینہ میں سے حضرت اسعد بھی شامل تھے اور یہ سب مسلمان ملکر جمعہ کی نماز بیرون شہر جاکر
پڑہا کرتے تھے ایک دن حضرات مصعب اور اسعد بنی ظفر کے گھر میں بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کررہے
تھے کہ اُسید بن خطیر (جو قبیلہ اوس کے سرداروں میں سے تھا) ہتھیار ہاتھ میں لئے ہوئے
ان کے پاس آیا اور غصہ سے کہا کہ تم لوگ جو چند ضعیفوں کو بہلا پھسلا کر کام نکال رہے ہو
اس سے تمہارا مطلب کیا ہے۔ حضرت مصعب نے ملائم طور سے کہا کہ ذرا بیٹھو توہم اپنا مقصد بیان
کریں۔ اُسید بیٹھ گیا حضرت مصعب نے اُسید کو چند آیات قرآنی سُنائیں۔ اُسید نے اُنکو سُنکر
بڑی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ تونے کیا اچھا کلام سُنایا ہے اور پوچھا کہ دین اسلام میں داخل ہونے
کے واسطے کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت مصعب نے اُسکو اسلام کی باتیں بتائیں جنکی وجہ سے حضرت اُسید
ایمان لے آئے رضی اللہ تعالے عنہ اور فرمایا کہ شہر میں ایک ایسے شخص کو تیرے پاس بھیجتا ہوں
کہ اگر وہ مسلمان ہوجائے تو پھر اس شہر میں کوئی ایسا نہیں رہیگا جو ایمان نہ لے آئے یہ کہکر
اُٹھے اور سعد بن معاذ کو وہاں بھیجدیا۔ سعد نے پہنچکر حضرت اسعد سے کہا کہ یا اسعد اگر میرے
اور تیرے درمیان میں قرابت نہ ہوتی تو ان خرابیوں پر جو تونے ہمارے قبیلہ میں پھیلائی ہیں
میں ہرگز تحمل نکرتا۔ حضرت مصعب نے اُنسے بھی ملائمیت سے کہا کہ ذرا غصہ دور کرو اور ہماری
باتیں بھی سُن لو اگر تم اُنکو پسند کرو تو قبول کرلینا ورنہ ہم تم سے کچھ تعرض نہیں کریں گے یہ کہکر
حضرت مصعب نے سمجھایا کہ دین اسلام کیا شے ہے اور اُسکے بعد قرآن پاک کی کچھ آیتیں سُنائیں
کلام الٰہی کو سننے سے حضرت سعد کے چہرہ پر آثار قبول ظاہر ہونے لگے اور بدل دین اسلام میں داخل ہوگئے
رضی اللہ تعالے عنہ۔

غرضکہ تاریخ و سیر نبوی کے ملاحظہ اور اُسپر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اشاعت
اسلام بین العرب میں فصاحت اور بلاغت قرآن کو بہت کچھ دخل تھا اور اُس حالت میں جبکہ
اسلام محض بے یار و مددگار تھا۔ تو قرآن پاک کے اس اعجاز نے مسلمانوں کی تعداد میں ترقی
دینے اور اُنکی بیخ و بنیاد کے مضبوط کرنے میں لاثانی کرشمہ دکھایا۔

یں یعنی ولادت باسعادت کی ترپنویں سال میں آپ نے معہ مسلمانوں کے مدینہ طیبہ کی ہجرت کرنے کا قصد فرمایا اور چونویں سال ولادت بنوی میں جمیع مسلمانوں نے محرم اور صفر کے مہینہ میں مدینہ طیبہ کو ہجرت کرنی شروع کر دی مسلمانوں کے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے سے مشرکین مکہ کو تردد ہوا اور سب نے اتفاق کیا کہ رسول مقبول کو شہید کر ڈالیں۔ آپ کو اسکی خبر لگ گئی اور آپ بھی معہ صدیق اکبر کے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما کر چلے گئے اور ۱۲۔ ربیع الاول اتوار کے روز ۶۲۲ عیسوی آپ بھی مقام قبا میں رونق افروز ہوئے جو مدینہ سے چند قدم ایک قریہ تھا۔ اسی سال میں آپ نے بین المسلمین مواخاۃ یعنی بھائی چارہ کا حکم دیا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھائی بنایا۔ اسی طرح تمام صحابہ کرام آپس میں بھائی بھائی بنے

مہاجرین کا غریب الوطنی پر غصہ اور بدلہ کا قصہ

مہاجرین رضی اللہ عنہم مشرکین وکفار مکہ کی ایذا و تکالیف سے مہجور الاوطان ہوئے تھے کشیدہ خاطر رہا کرتے تھے اور جب کبھی کسی قسم کی معمولی تکلیف بھی مدینہ طیبہ میں انکو ہوتی تھی تو وہ اپنے نکالنے والوں پر غصہ ہوتے تھے سلہ ہجری میں جبکہ ایک بار حضرات ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہم کو بخار آیا تو دونوں حضرات نے مکہ کی آب و ہوا کی تعریف کر کے وہاں سے نکلنے پر افسوس کیا اور حضرت بلال نے مکہ سے اپنے نکلنے کے سبب ہونے والوں خصوصاً عتبہ بن ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ امیہ بن خلف کو برا بھلا کہا اور بد دعا کی۔ ان حالوں کو دیکھکر رسول خدا دعا فرمایا کرتے تھے کہ الہی تو ہمارے واسطے مکہ کی مانند مدینہ کو بھی محبوب بنا دے یعنی یہاں پر بھی ہم لوگوں کا دل ویسا ہی لگے جیسا کہ مکہ میں تھا۔ حضرت ابن الخطاب نے بھی ایسی دعا کی تھی کہ یا اللہ مجکو اپنی راہ میں شہید اور بلدۃ الرسول (یعنی مدینہ طیبہ) کی موت مجکو عطا فرما۔ باوجود اُن ترغیبات کے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس غرض سے دیجاتی تھیں کہ یہ لوگ مصیبت ترک یار و دیار کو بھول جائیں مگر مہاجرین کو تشفی کامل نہیں ہوتی تھی یعنی وہ اہالی مکہ سے بدلہ لینے کے واسطے بار بار رسول خدا سے اجازت حرب کی

رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بعد قتل اولاد - افتخار بالانساب و الاجداد سے منع فرمایا اور اسی سن میں جبکہ بیعت عامہ مسلمانوں سے لی گئی تو بھی شرک زنا - چوری سے پرہیز کرنے - بچوں کو ہلاک نہ کرنے - اور بہتان اور افترا سے پرہیز رکھنے اور احکام الٰہی سے مخالفت نہ کرنے کا عہد و پیمان لیا -

اسلام کا خوب طبائع ہونا

اسلام اپنی سادگی اور مہذب نصایح کی وجہ سے مقبولیت کی عجیب خاصیت رکھتا تھا اور ہر ایک جدید الاسلام کے دل میں ایسا گھر کرلیتا تھا کہ بیہودہ شخص مرتے مرجاتا مگر اس کو نہ چھوڑتا تھا - بلال بن رباح الحبشی جبکہ مشرف باسلام ہوگئے تو اُن کے مالک امیہ بن خلف نے انکو دھوپ میں لٹایا اور بھاری سا پتھر انکی چھاتی پر رکھ کر کہا کہ یا تو محمدؐ کی تکفیر کرو - نہ مرتے دم تک تیرا یہی حال رہیگا - مگر حضرت بلال نے اُس کی پروا نہ کی - عامر بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہوجانے سے اُن کے باپ نے انکو دھوپوں میں کھڑا کرکر اور عذاب پہنچا کر مار ڈالا - امیہ ابن خلف نے صفوان بن امیہ کے غلام کو اسلام لانے کے جرم پر مار بیٹکر اُس کے پاؤوں میں رسی باندھی اور گلی کوچوں میں گھسیٹنے سے اُسکی نوبت قریب بہ ہلاکت ہوگئی تھی -

اس قسم کی ایذا و تکالیف کی بہت شدت ہونے سے ۸ قبل الہجرۃ مسلمانوں کو حبشے کی طرف ہجرت کرجانے کی اجازت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیدی جس کے سبب سے بہت سے مسلمان دین کی محبت میں وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر حبشے کو چلے گئے ۵ قبل الہجرۃ میں اہل مکہ نے تمام بنی ہاشم سے (بوجہ رسول خدا کے ہاشمی ہونے کے) لین دین ترک کردیا اور یہی حالت دو برس تک جاری رہی جس کی وجہ سے تمام مسلمان اور بنی ہاشم سخت تکلیف میں تھے - ایام حج میں جو تاجر آتے تھے اُن سے بھی یہ لوگ بیع و شری نہ کرسکتے تھے - غرضکہ سوائے حضرات حمزہ - علی - عمر - اور ابوبکر (رضی اللہ تعالے عنہم) اور کوئی صحابی آزادانہ باہر نکل اور پھر نہ سکتا تھا -

مجبوری ترک وطن کرنا

ان مصائب کی وجہ سے جبکہ مسلمان اور زیادہ تنگ اور حیران ہوئے تو ۱ قبل الہجرۃ

مسلمانوں کی مکہ کی طرف آنے کی خبر سُنی تو بہت متردد ہوئے اور اپنے لشکر کو جمع کیا اور ابن الولید اور عکرمہ بن ابی جہل کو معہ دو سو سپاہیوں کے طلیعہ نام مقام پر مقرر لیا

غدیر الاشطاط نام موقعہ پر جو حدیبیہ سے تین میل فاصلہ پر ہے جب آپ پہونچے تو مخبرین اسلام نے قریش کے ارادے اور تہیہ کی آپ کو خبر دی۔ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ بتہیہ جنگ گھر سے نہیں چلے تھے اسوجہ سے کوئی سامان حرب سوائے ایک ایک جنبیہ کے ہمراہ نہ تہا۔ اس خبر کے سننے پر راستہ سے سیدہی طرف کو ایک دشوار گذار پہاڑی پر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں پر قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں کفار قریش حدیبیہ تک آچکے تھے اور حدیبیہ اُسی پہاڑی کے نیچے واقع تہا۔

سید الکائنات نے اپنی اس منشار کے سمجھانے کے واسطے کہ ہم لڑانے کی غرض سے نہیں آئے ہیں خراش بن اُمیہ صحابی کو قریش کے پاس بہیجا مگر اُن کی تحقیر کیئے جانے کے سبب سے وہ واپس آگئے اور بجائے اُن کے حضرت عثمان کو بہیجا جن کے استقبال اور تعظیم کے بعد اُنکو نظر بند کر لیا گیا۔

قریش نے خزاعہ قبیلہ میں سے ایک شخص بدیل بن ورقہ کو معہ کچہ ہمراہیوں کے حضور نبوی میں اس غرض سے بہیجا کہ آپ کے آنیکا اصلی منشار کیا ہے جسکا جواب یہی دیا گیا کہ صرف بیت اللہ کی زیارت کے غرض سے ہم آئے ہیں۔ بدیل جب واپس آگیا تو اُس نے بہت کوشش کی کہ اُن کے اور گروہ نبوی کے مابین مصالحت ہو جاوے مگر کچہ فائدہ نہیں ہوا اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مکرر اسی سوال کے واسطے قریش نے بہیجا اُسکو بہی وہی جواب دیا گیا جیسا کہ بدیل کو دیا تہا عروہ نے واپس جا کر اُس احترام اور ادب کا بڑی حیرت سے بیان کیا جو اُسنے صحابۂ کرام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتہ کرتے دیکہا قریش کے لشکر میں جب لوگوں کا یہ منشا معلوم ہوا کہ حج کے آنے والوں کو روکنا نہیں چاہیئے تو قریش نے مجبوراً استدعا مصالحت کے واسطے سہیل بن عمرو کو قافلۂ اسلام میں بہیجا۔

مانگتے تھے۔

تبدیل قبلہ جہاد اور صلح حدیبیہ کے اسباب

دین اسلام جس بنیاد پر قائم ہوا اُسکا اقتضا یہ تھا کہ وہ ایسے حکموں سے اپنے پیروؤں کو پابند کرنا چاہتا جو تجربہ سے ناقابل التعمیل ثابت ہوتے جس طرح کا کہ یہ مشہور مقولہ ہے کہ ایک کلہ پر تھپڑ مارنے والے کے سامنے دوسرا کلہ بھی حاضر کردو۔ چنانچہ غریب الوطن مہاجرین کے خیالات کو ایک جا کرنے اُن کی تشفی خاطر اور ہمت بندھانے والی امید پیدا کرنے کے واسطے تبدیل قبلہ کا حکم دیا گیا۔ یعنی بجائے بیت المقدس کے خانہ کعبہ سمت قبلہ قرار دیا گیا۔ اور آخر کار اُنکو یہ بھی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے اُن دشمنوں سے بدلہ لیں جنھوں نے ایذا و جفا دینے اور ذلت او تحقیر میں کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی تھی حتے کہ دو بار شہر و وطن کے چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔

غزوہ بدر جو اول لڑائی مسلمانوں کی قریش مکہ سے ہوئی وہ اسی بنا پر واقع ہوئی کہ مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کو دق کرنے کے واسطے شام کا رستہ روکا جو مکہ کے قافلوں کے آنے جانے کے واسطے تھا۔ باقی لڑائیاں جسقدر قریش سے ہوئیں وہ اسی کا ضمیمہ تھیں جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے۔ اگرچہ اُن لڑائیوں کی وجہ سے جو کامیابی کے ساتھ آٹھ سال تک مسلمان لڑے۔ مہاجرین رحمۃ اللہ علیہم اپنے اُن نقصانوں کو پورا کر سکے جو ترک وطن اور اموال سے اُن کو پہنچا تھا۔ اور مسلمانوں کا رعب و شان بہت بڑھ گیا مگر اس سے وہ مقصد حاصل نہ ہو سکا جو بعثت نبوی سے خدائے تبارک و تعالے کو تھا یعنی نہ تو ملک کی عام امن و عافیت میں ترقی ہوئی اور نہ محاسن اسلام سے مشرکین و کفار واقف ہو سکے۔ مدبر اعظم رسول اکرم محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس نقصان عظیم پر غور فرما کر ایک ایسی تدبیر اختیار کی جو بظاہر مسلمانوں کے واسطے موجب ذل و مایوسی سمجھی جاتی تھی مگر آخر میں نہایت نافع اور مفید ثابت ہوئی یعنی ۶ سنہ ہجری کے غرہ ذیقعد کو آپ نے بلا تہیہ حرب ایک ہزار پانچسو صحابہ کرام کو ہمراہ لیکر مکہ کی روانگی اور کعبہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور دستور کے موافق ذوالحلیفہ نام مقام پر پہنچکر زیارت کعبہ کے احرام باندھنے کا حکم دیا اور خود بھی آپ محرم ہوئے اور ستر اونٹ قربانی کے ہمراہ لیئے اہل مکہ نے جبکہ

اور چند ہی روز میں دائرہ فاخرہ اسلام بہت وسیع ہوگیا۔ اگرچہ کوئی کمل سٹیٹکسس ایسی پیش نہیں ہوسکتی جس سے قبل از صلح حدیبیہ اور بعد از صلح حدیبیہ کے جدید الاسلام مسلمانوں کی تعداد معلوم ہوسکے۔ لیکن ایسا تخمینہ ضرور ملسکتا ہے جس سے اس دعوی کو اگر کامل نہیں تو مثل کامل ثبوت کے مددملیگی اور وہ تخمینہ اُن اشخاص کی تعداد ہے جو مختلف لڑائیوں یا سفروں میں ہمراہ رکاب نبوی یا امرا لشکر کے ساتھ تھے۔ سعید پاشا اور احمد جودت پاشا دونوں نے ذرہ ذرہ سے اختلاف کے ساتھ یہ تعداد لکھی ہے۔

نام جنگ یا سفر	تعداد لشکر یا ہمراہی	
۲ سنہ ہجری غزوہ بدر الکبری	۳۰۵	
۳ سنہ ہجری غزوۂ احد	۷۰۰	سوائے گروہ منافقین کہ جنکی تعداد ۳۰۰ تھی اور قبل جنگ واپس چلاگئے
۴ سنہ ہجری بدر ثانی	۱۵۰۰	معہ گروہ منافقین
۵ سنہ ہجری غزوہ خندق	۳۰۰۰	یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اور لڑائیاں دور جاکر ہوا کرتی تہیں اور یہ لڑائی گھر کے اندر یعنی مدینہ میں ہوئی یعنی محصور ہوکر اسوجہ سے اُسمیں زیادہ غازی موجود تھے
۶ سنہ ہجری سال مصالحہ حدیبیہ مذکور	۱۵۰۰	
۷ سنہ ہجری غزوہ خیبر	۱۶۰۰	
۷ سنہ ہجری عمرۃ القضا	۲۰۰۰	
۸ سنہ ہجری غزوہ موتہ	۳۰۰۰	
۸ سنہ ہجری فتح مکہ	۱۰۰۰۰	**تفصیل** مہاجرین ۷۰۰۔ ۱۳۰۰ انصار ۴۰۰۔ ۵۰۰ قبیلہ نبی سلیم ۴۳۰ قبیلہ نبی کعب ۵۰۰ متفرق قبائل ۳۲۷۰
۹ سنہ ہجری غزوہ تبوک	۴۰۰۰۰	
۱۰ سنہ ہجری حجۃ الوداع	۱۰۰۰۰۰	

صلح کی غرض سے شرائط سخت کا منظور کرلینا۔

صلح کی گفتگو میں بہت کچھ مباحثہ رہا۔ اور اُسی اثنا میں سہیل نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ اس سال حج ملتوی کیا جاوے اور آیندہ سال میں جب آپ معہ صحابہ کے تشریف لائیں تو تین دن کے واسطے ہم شہر سے باہر نکل جاویں گے اور آپ تین دن تک شہر میں رہیں مگر تین دن سے زیادہ قیام نفرمائیں اور یہ بھی کہا کہ ہمارے مابین دس برس تک کے صلح کا معاہدہ ہوا در اس صلح کی مدت میں اگر کوئی قریش مسلمانوں کے پاس پناہ لینے جاوے تو اُسکو پناہ نہ دیجائے اور اگر کوئی مسلمان قریش کے پاس پناہ لینے آے تو اُسکو واپس نہ مانگا جائے۔

ان شرطوں کی سختی کی وجہ سے اصحاب کرام میں کسیقدر گفتگو پیدا ہوئی مگر رسول پاک نے قبول فرمالیا اور حضرت علی کو صلح نامہ لکھنے کا حکم دیا۔

مضمون صلحنامہ کے ارشاد فرماتے وقت (بسم اللہ الرحمن الرحیم) کے لکھیجانے پر سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ عادات قریش کے مناسب (باسمک اللھم) لکھا جانا چاہیئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ ایسا ہی لکھو یعنی باسمک اللھم۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ الفاظ لکھے (ھذا ما صلح محمد الرسول اللہ) تو سہیل نے پھر اعتراض کیا اور کہا کہ بجائے محمد الرسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ رسول پاک نے حکم دیا کہ اُس کے کہنے کے موافق ہی لکھا جائے مگر حضرت علی نے یہ کہکر کہ میں رسول اللہ کے کلمہ کو نہیں کاٹ سکتا ہوں اُن کلمات کے کاٹنے سے انکار کیا تو آپ نے یہ فرماکر کہ ان لوگوں کے میری رسالت کی تصدیق نہ کرنے سے میری رسالت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔ اپنے ہاتھ سے اُن الفاظ کو مٹا دیا اور حضرت علی سے فرمایا کہ تجھپر بھی ایک دن ایسا آنیوالا ہے۔

اس صلح کے ہوجانے سے اطراف حجاز و یثرب میں مسلمان اور غیر مسلمان کے باہم اختلاط اور میل جول کے سبب سے اسلام کی بڑی ترقی ہوئی اور کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہونے لگے اور باوجود اُس روک کے جو معاہدہ صلح حدیبیہ میں تھی کہ قریش اور اُنکی تحت حمایت اقوام کے کسی شخص کو پناہ نہ دے سکیں گے۔ تب بھی لوگ روز بروز دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے

نہایت مشکلات پڑیں۔

مسلمانوں کی نسبت
رائے قبل صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کے بعد اسقدر جلد ترقی تعداد مسلمانوں میں کیوں ہوئی۔؟

صلح حدیبیہ کی سنہ ہجری کے قبل ان لڑائیوں کو جو مابین مسلمانوں اور غیر مسلم اہل عرب کے ہوتی تہیں ہر ایک شخص مثل اور خانہ جنگیوں کے سمجھتا تہا۔ جو قدیم ایام سے ملک عرب یا اُس کے نواح میں مختلف قبایل بلاوجہ اور بے سبب لاشی باتوں پر ہوا کرتی تہیں اور اسوجہ سے دین محمدی کی قدر و نیت اسقدر مانی نہ جاتی تہی جس قدر کا وہ مستحق تہا۔ چنانچہ سنہ ۶ ھ میں (وقت صلح حدیبیہ) بہ نظر طواف کعبہ مکہ مکرمہ جاتے وقت رسول اکرم نے اطراف مدینہ کے عربوں کو جب بلایا تو اُنہوں نے اسوجہ سے کہ مسلمان قریش مکہ سے بدلہ لینے جاتے ہوں گے ہمراہ جانے سے حیلہ و حوالہ کر کے انکار کر دیا تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبل مصالحہ حدیبیہ مسلمانوں کی نسبت عموماً یہ بدگمانی ہو رہی تہی کہ یہ گروہ بہی مثل دیگر قبائل عرب کے خونریزی کا شیدا ہے سنہ ۶ میں جبکہ صلح ہوگئی (یعنی صلح حدیبیہ) تو اُس کی وجہ سے مسلمان اور غیر مسلمان آپس میں ملنے لگے اور غیر مسلم اقوام و قبائل کو مذہب اسلام کے جانچنے اور اُس کی خوبیوں کو دیکھنے کا خوب موقع ملا۔

ایفاء عہد کی وجہ
مکہ مکرمہ کو قبضہ کے
بعد چھوڑ دیا

سنہ ہجری میں عمرۃ القضا کے موقع پر اہل اسلام نے ایک عجیب سچائی اُسوقت ثابت کی جبکہ قریش مکہ نے تین دن کے واسطے مکہ خالی کر دیا اور مسلمانوں نے تین دن اُسپر قبضہ رکھکر حسب عہد پہر شہر اُنکو واپس دیدیا۔

دعوت اسلام

علاوہ بریں قریش سے آے دن کی لڑائی سے فرصت ملنے پر ماہ محرم سنہ ہجری میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے واسطے بادشاہوں اور امراؤ کو سفارتیں مع خطوط کے روانہ کیں یعنی

۱	خسرو پرویز۔ کسرای ایران	۲	ہرکیلوس۔ قیصر روم
۳	اصحمہ بن ابجرہ۔ نجاشی حبش	۴	مقوقس جریم بن متی۔ گورنر مصر

اگرچہ اس مضمون کا اقتضا نہیں ہے کہ اسباب غزوات بیان کیئے جاویں مگر تصحیح خیال واسطے مختصراً اُن کے بیان کرنے میں ناظرین سے معافی چاہی جاتی ہے۔

اسباب مذکورۂ بالا غزوات کے

سنہ ۲ ہجری غزوۂ بدرالکبریٰ۔	قریش کو شام جانے سے مسلمانوں نے روکا۔
سنہ ۳ ہجری غزوہ احد۔	مسلمانوں سے عیوض لینے کے لئے قریش نے مدینہ پر چڑہائی کی۔
سنہ ۴ ہجری بدر ثانی۔	قریش کی دوبارہ حملے کے خوف سے مسلمان جمع ہوئے مگر لڑائی نہیں ہوئی
سنہ ۵ ہجری غزوہ خندق۔	قریش وغیرہ اہالی مکہ نے دوبارہ یورش مدینہ پر کی اور مسلمان محصور کر لئے
سنہ ۷ ہجری غزوہ خیبر۔	قلعات خیبر مدینہ اور شام کے راستے میں واقع ہونے کے سبب سے یہاں کے یہودی مسلمانوں کو تجارت کے واسطے شام جاتے آتے مزاحمت کرنا چاہتے تہے۔ اُس مزاحمت کے رفع کے
سنہ ۸ ہجری غزوۂ موتہ	رسول اکرم نے نامہ ہمایوں گورنر قیصر روم متعینہ شہر بصرہ کے نام حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بہیجا تہا سرحبل بن عمرو الغسانی امرار روم میں سے ایک شخص نے مقام موتہ میں حضرت حارث سفیر نبوی کو قتل کرڈالا جس کے عوض لینے کے واسطے یہ لڑائی ہوئی۔
سنہ ۸ ہجری فتح مکہ	قریش مکہ نے خلاف صلح حدیبیہ خزاعہ قبیلہ کے ۲۳ آدمی قتل کرڈالے جو مسلمانوں کی حمایت میں تہے۔
سنہ ۹ ہجری غزوۂ تبوک	لخم۔ اور غسان قبائل عرب اور قیصر روم کے لشکر نے ملکر مسلمانوں کی خلاف ایک فوج طیار کیئے جانے کے سبب سے یہ لڑائی ایسے وقت میں واقع ہوئی جبکہ مدینہ اور اُسکے نواح میں سخت قحط سالی تہی اور مسلمانوں کو تدارکات حرب اور فراہمی سامان میں

منظور نکرنے سے قریش مکہ نے تمام عربوں کی نظروں میں اپنے آپ کو عہد شکن ثابت کرکے بے اعتبار کرلیا اور جبکہ مسلمانوں نے اپنے زیر حمایت قبیلہ خزاعہ کے بدلے پر آمادگی ظاہر کی تو ایک عام ہمدردی ملک میں اُن کے ساتھ پیدا ہوگئی۔

غرضکہ ان اسباب سے دفعتاً مسلمانوں کی طاقت اسقدر بڑھ گئی کہ دس ہزار فوج جمع کی کہ وہ مکہ کی طرف کوچ کرسکے اور جبکہ مکہ فتح ہوجانے سے رعب و داب قریش کا جاتا رہا اور علانیہ بت پرستوں کی طاقت شکست اور خود بت پرست بے قدر ہوگئے تو بت سے وہ قبائل جو اُن کے خوف سے دین اسلام کی طرف اظہار رغبت نہ کرسکتے تھے مسلمان ہونے لگے۔

اگرچہ کسی قدر طوالت ہوگی مگر چونکہ رسول خدا خصائل شریفہ اور نیز صحابہ کرام کے تعلقات اور عادات کے متعلق بعض اطلاع مل سکے گی اسوجہ سے فتح مکہ کے متعلق اُس بیان کا ترجمہ خلاصتہً ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے جو کہ مرحوم احمد جودت پاشا نے اپنی کتاب قصص انبیا علیہم السلام میں درج کیا ہے۔

قریش کی عہد شکنی اور اُسپر اعتراض

وہ لکھتا ہے:۔ "جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے حدیبیہ کے صلحنامہ کے ساتھ ہی قبیلہ خزاعہ رسول اکرم کے عہد و امان میں اور قبیلہ بنی بکر قریش مکہ کے عہد و امان میں داخل ہوگیا اور یہ دونوں قبیلہ وہ تھے کہ جن میں باہم زمانہ قدیم سے عداوت چلی آتی تھی ۸ھ ہجری میں قبیلہ بنی بکر نے دفعتہً قبیلہ خزاعہ پر حملہ کیا اور رؤسا قریش میں سے۔ صفوان بن امیہ۔ عکرمہ بن ابوجہل۔ سہل ابن عمرو۔ حویطب ابن عبدالعزیٰ۔ اور مکرز ابن حفص۔ بھی کچھ اور قریش کو لیکر بنی بکر کے ساتھ ہوئے اور اسطرح پر قبیلہ خزاعہ کے ۲۳ آدمی قتل کرڈالے۔

اس واقعہ کی وجہ سے قبیلہ خزاعہ کیطرف سے عمر ابن سالم خزاعی معہ چالیس آدمیوں کے مدینہ طیبہ میں آئے اور رسول خدا سے اپنے اوپر ظلم کا حال عرض کیا چونکہ بنی بکر اور قریش کی اس زیادتی کے سبب سے مصالحہ حدیبیہ کالعدم ہوگیا۔ اسوجہ سے رسول خدا نے قبیلہ خزاعہ

۵ حارث بن شمر غسانی گورنر قیصر روم متعینہ شام۔

۶ ہوزہ بن علی۔ بادشاہ یمامہ ۷ منذر بن ساوی۔ ملک بحرین۔

نتیجۂ دعوت

قیصر روم ہرکل یوس نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سفیر نبوی کو تعظیم و تکریم سے قبول اور رخصت کیا۔

مقوقس گورنر مصر نے بھی حضرت حاطب بن بلتعہ سفیر نبوی کی بہت خاطر و مدارات کی اور رخصت ہوتے وقت ذات رسالت پناہ کے واسطے چار باندیاں ایک خچر اور ایک حمار ساتھ کیا۔

ملک بحرین منذر بن ساوی رضی اللہ عنہ معہ قبائل مسلمان ہوگیا۔

نجاشی بادشاہ حبش رضی اللہ عنہ نے بہت عزت و وقار حضرت عمرو بن اُمیہ الضمیری سفیر نبوی کا کیا اور جسقدر مہاجرین اسلام اُس کے ملک میں تھے سب کو باحترام تمام رخصت کیا۔

حارث بن شمر غسانی گورنر قیصر روم نے نامۂ ہمایوں کو پڑھ کر غصہ سے زمین پر پٹک دیا اور قیصر روم ہرکلیوس سے درخوست کی کہ عربوں پر لشکر کشی کرنے کی اجازت دیجاوے مگر مگر قیصر نے اسکو نامنظور کیا۔

ہوزہ بن علی بادشاہ یمامہ نے بجواب سفارت یہ خواہش کی کہ اگر رسول خدا اسکو ولی عہد کرلیں تو وہ مسلمان ہوجائیگا۔

خسرو پرویز کسرائے ایران نے نامۂ نبوی کو چاک کر ڈالا اور اپنے گورنر متعینہ یمن بادانہ کو حکم بھیجا کہ پیغمبر عرب کو ہمارے پاس بھیجدو۔ بادانہ نے آپ کے بلانے کے واسطے پیغام بھیجا مگر اس حیث و بحث میں بادانہ خود مشرف باسلام ہوگیا۔ رضی اللہ عنہ۔

غرض کہ اس دعوت کا عام نتیجہ اچھا ہوا اور جنوبی عرب میں دائرہ اسلام نے بڑی وسعت حاصل کی۔ کیونکہ ملک یمن اور بحرین میں عام طور سے دین اسلام قبول کرلیا گیا۔

قریش مکہ کی کارروائیاں اور ملک میں اُنکی بےاعتباری

فریق مخالف کا یہ حال تھا کہ سنہ ۸ ہجری میں پہلے زیر حمایت بنی بکر کا ساتھ دیکر اور اُن کے شریک ہوکر قبیلہ خزاعہ کے ۲۳ آدمیوں کو قتل کر ڈالنے اور پھر اُن کی دیت دئیے جانے کو بھی

نہیں ہوئے اور سب نے ابوسفیان کو بُرا بہلا کہا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے فتح مکہ کی نسبت

مدینہ میں ابوسفیان کے واپس چلے جانے کے بعد رسُول خدا نے جلد جلد تہیہ سفر شرُوع کر دیا اور ایک دن حضرت ابُوبکرؓ کو طلب فرمایا وہ آپ کے پاس بیٹھ گئے تو آپ نے آہستہ آہستہ بہت دیر تک اُن سے باتیں کر کے اُنکو اپنی دہنی طرف ہٹالیا اور حضرت عمر کو بلوا کر اُن سے بہی بطور رازداری کے باتیں کیں جس کی اثنار میں لوگوں نے سُنا کہ عمر نہایت غصہ کی حالت میں یہ کہہ رہے ہیں کہ (یارسول اللہ وہ لوگ کافر ہیں تمکو ساحر اور کاہن کہتے ہیں اور تمکو مفتری اور جہوٹا کہتے ہیں) دیگر صحابۂ کرام یہ حال دیکھ کر پاس تو نہیں گئے مگر دور سے یہ تماشہ دیکھ رہے تہے لیکن کسیکو معلوم نہ تہا کہ یہ باتیں کیا ہیں اور حضرت عمرؓ کی غصہ کیحالت پر تعجب کر رہے تہے اس عرصہ میں رسول اکرم نے حضرت عمرؓ کو اپنی اُلٹی طرف بٹہالیا اور دیگر صحابہ کو بلایا اور جب سب بیٹھ گئے تو فرمایا کہ میں تمکو تمہارے ان دونوں بہائیوں کی مثال بیان کروں حضرت ابوبکر کی طرف مونہ کر کے کہا کہ یہ تو خدا کی راہ میں ابراہیم سے زیادہ ملائم ہے اور حضرت عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ میں نوح سے زیادہ سخت ہے۔ لیکن کام عمر کے بیان کے موافق ہے اسواسطے تم سب کو سفر کے واسطے طیار ہونا چاہیئے۔

صحابۂ کرام نے رسُول مقبول سے اسبات کے پوچہنے کی جرأت نہیں کی کہ بات کیا ہے اور کیا قرار پایا اور حضرت عمر کو بہی غصہ کی حالت میں دیکھکر کسی نے کچھ نہیں پوچہا مگر جبکہ مجلس متفرق ہوگئی سب لوگ حضرت ابوبکر کے پاس جمع ہوئے اور اُن سے کیفیت دریافت کی تو اُنہوں نے کہا کہ رسول خدا نے قریش پر لشکر کشی کے بارہ میں مجھ سے رائے پُوچہی ہے جس کے جواب میں میں نے کہا کہ یارسول اللہ یہ تیری قوم میں سے ہیں اور یہ آپکو بہی معلوم ہے کہ آخرالامر یہ اطاعت قبول کریں گے۔ عمرؓ سے جب اس بارہ میں سوال کیا تو اُنہوں نے جوابدیا کہ یہی لوگ کفر کے سردار ہیں اور آپکو یوں یوں کہا کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے حاضرین سے فرمایا کہ حقیقت حال یہی ہے کہ جب تک قریش کا سر نیچا نہیں ہوگا اُسوقت تک دیگر قبائل بہی اطاعت

کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا لیکن تاہم قریش کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ یا تو مقتولوں کی دیت دو اور یا بنی بکر کی حمایت سے دست بردار ہو جاؤ مگر قریش نے ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کو بھی قبول نہیں کیا۔

قریش کا اپنی عہد شکنی سے خائف ہو کر تجدید عہد کی خواہش کرنا

لیکن چونکہ قریش اس اپنی عہد شکنی اور مسلمانوں کی طاقت کی وجہ سے خائف تھے۔ اسوجہ سے انہوں نے یہ مشورہ کیا کہ تجدید معاہدہ کی کرنا ضرور ہے اور ابوسفیان کو مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان نے مدینہ میں پہنچکر رسولؐ خدا سے تجدید معاہدہ کی بابت گفتگو کی مگر جواب شافی نہ پائے سے متردد ہوا اور بعض صحابہ کبار یعنے حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عثمانؓ ذی النورین۔ علیؓ ابن ابی طالب سعدؓ ابن عبادہ رضی اللہ عنہم سے حمایت کرنے کی التجا کی مگر تمام نے یہی جوابدیا کہ ہم خود اپنی طرف سے کسیکو عہد و پیمان نہیں دے سکتے جس کی حمایت رسُول فرمائیں گے اُسی کی حمایت ہم بھی کریں گے۔ حضرت عمر الفاروق سے جب التجا کی تو اُنہوں نے صاف جواب یہ دیا کہ اگر میرا بس چلے تو تمہارے ساتھ اسی وقت جنگ و جہاد شروع کر دوں۔ ابوسفیان ایسا گھبرایا ہوا تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس التجا لے گیا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیکر کہا کہ تم ہی پناہ دو مگر اُنہوں نے بھی انکار کر دیا۔

ابوسفیان کا مکہ کو واپس جانا

جب ابوسفیان اس طرح پر بلاحصول مقصود مکہ پہنچا تو اُسکی بیوی ہندہ نے یہ سنکر کہ وہ کچھہ کر نہیں آیا ابوسفیان کو بہت لعنت اور ملامت کی اور اُس کی ڈاڑھی نوچ لی جس سے ابوسفیان بہت مکدر خاطر ہوا اور صبح ہی اساف اور نائلہ بتوں کے سامنے قربانی کی اور قسم کھائی کہ مرتے دم تک اُن کی پرستش اور عبادت سے جدا نہیں ہونگا۔ جبکہ قریش مکہ نے اُس کے پاس آکر نتیجہ حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ (میں نے محمد سے صلح چاہی مگر مجکو جواب کافی نہیں دیا۔ ابوبکر کے پاس گیا تو اُس سے بھی کام نہ نکلا عمر ابن خطاب کو سب سے قوی دشمن اپنا پایا غرضکہ میں جس کے پاس جاتا تھا وہی مجکو ٹالدیتا تھا۔ واللہ کہ اپنے حاکم کی اس طرح پر اطاعت کرتے ہوئے میں نے کسی قوم کو آجتک نہیں دیکھا یہ سبب ہے کہ میں تجدید معاہدہ نہ کر سکا) اس جواب سے قریش بھی خوش

کریگا) رسول خدا کی یہ مرضی دیکھکر حضرت عمر یہ کہکر کہ رسول خدا ہم سے بہتر سمجھتا ہے خاموش ہو رہے۔

روانگی مکہ کی طرف

بہرحال اطراف مدینہ کے مسلمانوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے دسویں رمضان شریف ۸ھ ہجری کو لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے باہر نکلا اور جو قبائل کہ مدینہ نہیں پہنچ سکے تھے وہ راستہ میں شامل ہوتے گئے جس مجموعہ کی تعداد دس ہزار یا بارہ ہزار تھی۔ اس جمعیت کو دیکھکر وہ لوگ بہت پشیمان ہوئے جو مصالحہ حدیبیہ کو مسلمانوں کے حق میں مضر اور باعث حقارت جانتے تھے کیونکہ اُنہوں نے اپنی آنکھہ سے دیکھا کہ سفر حدیبیہ کے وقت صرف سولہ سو مسلمان ہمراہ تھے اور اب دس ہزار سے زائد۔ رستہ میں حضرت عباس یعنی رسولخدا کے عم بزرگوار بھی مع اہل وعیال کے شریک قافلہ اسلام ہوکر شرف اسلام سے مشرف ہوئے جس کے سبب سے رسول اللہ کو نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ فرمایا کہ تو خاتمہ مہاجرین ہے۔ علاوہ آپ کے ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب جعفر بن ابی سفیان۔ عبداللہ ابن ابی اُمیہ اشخاص بھی مقام ابوا میں آکر داخل لشکر ہوئے اگرچہ ابتدا میں رسول خدا نے بوجہہ اُن کی بعض نامناسب حرکات کے التفات نہیں فرمایا۔ مگر آخر الامر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی شفاعت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکا قصور معاف کردیا اور یہ سب لوگ مسلمان ہوگئے رضی اللہ عنہم۔ چونکہ رسول خدا کو کشت وخون منظور نہ تھا اسواسطے یہ لشکرکشی ایسے اہتمام سے کے گئی کہ قریش فوج اسلام کی آمد سے بالکل بے خبر رہے اور اہل مکہ کو اُسوقت خبر ہوئی جبکہ رسول خدا مکہ کے قریب پہنچ گئے۔ رُوسا قریش ایک ایسے بڑے لشکر کے یکایک آجانے سے بہت پریشان ہوئے اور ابوسفیان اپنے سردار کے پاس آکر جمع ہوئے۔ ابوسفیان۔ حکیم بن حزام۔ بدیل ابن ورقہ۔ جزاعی کو لیکر تحقیق حال کے واسطے رات کیوقت روانہ ہوئے۔ لیکن لشکر اسلام کے پکٹ کے سواروں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے جو محافظت لشکر کر رہے تھے۔

نہیں قبول کریں گے۔ غرضکہ اس سفر کے واسطے رسول خدا نے تمکو حکم طیار ہونے کا دیا ہے ان باتوں کو سُنکر صحابۂ کرام تہیۂ سفر میں مشغول ہو گئے۔ اطراف مدینہ میں۔ غفار۔ اسلم سلیم۔ اشجع۔ مزینہ اور جہینہ قبائل کے پاس یہ پیغام بھیجا گیا کہ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے شروع رمضان میں بمقام مدینہ چلے آئیں۔ چنانچہ رمضان کے شروع ہوتے ہی لوگ جمع ہونے شروع ہوئے اور قبل ازیں کہ لشکر روانہ ہو خزاعہ قبیلہ کو آپ نے حکم دیا کہ مدینہ اور مکہ کے مابین کی تمام دشوار گذار گھاٹیوں پر قبضہ کرلیں۔ چنانچہ اُنہوں نے تمام ضروری مقامات پر اسطرح قبضہ کرلیا کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا تھا۔

حضرت خاطب

مدینہ میں جو کچھ ہو رہا تھا اُس کے حالات خاطب بن بلتعہ نے لکھ کر سارہ نام ایک بہائی عورت کے ذریعہ سے (جو قریش مکہ کے روبرو رسول خدا کی شان میں قصائد گا کر بسر اوقات کیا کرتی تھی اور اب صدقہ مانگنے کے لیئے مدینہ بھی آئی تھی۔) قریش کے پاس روانہ کیا کہ وہ لوگ اس حقیقت سے کماحقہ واقف ہو جائیں۔ اُس عورت کی روانگی کی خبر رسول خدا کو ہو جانے سے آپ نے اُس کے پکڑے جانے کا حکم دیا۔ گرفتار ہونے کے بعد اول تو اُس نے خط کے موجود ہونے سے انکار کیا مگر آخر میں اپنے سر کے بالوں کے جوڑے میں سے نکالکر حوالہ کر دیا۔ جبکہ یہ خط خاطب بن بلتعہ بدری صحابی کی طرف سے لکھا ہوا پایا گیا۔ تو ہر ایک کو سخت تعجب ہوا۔ رسول خدا نے اُس سے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو خاطب نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ میں اب بھی مسلمان ہوں اور میرے ایمان میں کچھ فرق نہیں آیا ہے مگر چونکہ میرے اہل وعیال قریش کے پاس مکہ میں ہیں اور وہاں میرا کنبہ نہیں ہے جو وقت پڑے پر اُن کی حمایت کرتا۔ اسوجہ سے میں نے قریش کے اندر اپنا رسوخ پیدا کرنے کے واسطے یہ حرکت کی) اس عذر گناہ بدتر از گناہ کو سُنکر حضرت عمر تو بہت جھلائے اور اُس کی گردن مار دینے کی رسول خدا سے اجازت چاہی مگر رسول اکرم نے فرمایا (یا عمر خاطب غزوۂ بدر میں موجود تھا اور غزوۂ بدر کے موجودہ مسلمان جو کچھ کریں خدا تعالےٰ اُسکے مواخذہ نہیں

گھر میں پناہ لیگا وہ محفوظ ہے جو کوئی حرم میں گھس بیٹھیگا وہ محفوظ ہے جو کواڑ بند کرکے گھر میں بیٹھا
رہیگا وہ محفوظ ہے جو کوئی کہ ہتھیار رکھد یگا وہ محفوظ ہے اور جو کوئی کہ حکیم ابن حزام کے گھر میں
پناہ لیگا وہ محفوظ ہے)

ابوسفیان کا لشکر اسلام کو دیکھنا

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے بموجب حضرت عباس ابوسفیان کو لیکر ایک
بلند مقام پر کھڑے ہوئے جس کے نیچے سے لشکر اسلام گذرتا تھا جب کوئی غول نکلتا تھا تو
ابوسفیان حضرت عباس سے پوچھتا جاتا تھا اور حضرت عباس بتاتے جاتے تھے سب سے
اول سیف اللہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ معہ ایک ہزار نفر کے سامنے سے گذرے ابوسفیان
نے پوچھا کہ یہ کون ہیں حضرت عباس کے بتانے سے کہ یہ فلاں ہے ابوسفیان نے کہا
کہ یہ ہماری خالہ کا بیٹا ہے اس کے بعد زبیر ابن العوام مہاجرین کا جھنڈا ہاتھ میں لیے ہوئے
تکبیر گویاں معہ چارسو زرہ پوش سواروں کے گذرے جبکو معلوم کرکے ابوسفیان نے
حضرت عباس سے کہا کہ ہاں یہ تیرا بھانجا ہے اس کے بعد ابوذر غفاری معہ تین سو نفر
تیرانداز جوانوں کے گذرے۔ اُن کے بعد قبیلہ خزاعہ کا ایک گروہ معہ پانچسو سواروں کے
نکلا اُن کے بعد چھ سو نفر قبیلہ مزینہ کے تیرانداز لوگ اور بنی لیث قبیلہ کے چارسو نفر بہادر
گذرے اُن کے پیچھے قبیلہ بنی اشجع تین سو سپاہی کا گروہ جب گذرا تو ابوسفیان یہ معلوم
کرکے کہ یہ قبیلہ اشجع کے لوگ ہیں حیرت سے بولا کہ سبحان اللہ محمد کا سب سے بڑا
دشمن گروہ بھی اُسکا مطیع ہوگیا۔ اس کے بعد چھ سو نفر جہینیہ کے جوان اور اور بعض قبائل و
عشایر گروہ گروہ تکبیر گویاں نکلتے جاتے تھے جنکو دیکھ دیکھ کر ابوسفیان کی آنکھیں دُکھ گئیں
اُس اقتدار کو جس کی وجہ سے اسقدر قبائل عرب کا متحدہ لشکر مکہ میں داخل ہونے والا تھا
خیال کرکے وہ غوطہ میں پڑگیا اور یہ سوچ رہا تھا کہ مرکب نبوی نظر پڑا کہ حضرت ناقہ پر
پر سوار ہیں اور آپ کے داہنی طرف حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں طرف اُسید ابن حضیر ہیں
اور چاروں طرف سے صحابۂ کرام جن کی تعداد پانچہزار کے قریب ہی بعض سوار اور بعض پیادہ

ابوسفیان کا گرفتار اور رہائی پانا

حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ خیال کرکے کہ قریش مکہ اس لشکر کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے رسول خدا کے خچر پر سوار ہوکر حد لشکر سے اسواسطے خارج ہوئے تھے کہ اگر کوئی ملجائے تو قریش کے پاس یہ پیغام بھیجدیں کہ وہ بلاجنگ رسول خدا سے امان طلب کرلیں۔ بیرون لشکر حضرت عباس کے کان میں ابوسفیان کی آواز پہنچنے پر آپ نے اُسکو پہچانا اور پہرہ داران لشکر سے ابوسفیان کو لے لیا اور اپنے خچر پر سوار کراکر حضور نبوی میں لے چلے رات کے وقت اُنکو دیکھکر ہر ایک اہل لشکر کہتا تھا کہ رات میں یہ لوگ کون ہیں مگر سواری مبارک کے خچر کو دیکھ کر اور حضرت عباس کو پہچان کر عم رسول عم رسول کہکر خاموش ہوجاتا تھا۔ حضرت عمر ان کو دیکھ کر بہت جھنجلائے اور رسول خدا کے پاس جاکر عرض کر رہے تھے کہ اجازت دیجیئے کہ ابوسفیان کی گردن اُڑا دوں کہ حضرت عباس بھی پہنچے اور انہوں نے ابوسفیان کے پناہ دیئے جانے کی التجا کی۔ جس کے جواب میں رسول خدا نے فرمایا کہ آج رات کو اُسکو اپنے خیمہ میں رکھو۔ رات کو ابوسفیان کو اپنے دائرہ میں رکھکر صبح کو حضرت عباس اُسکو رسول خدا کے حضور میں لائے

ابوسفیان کا تردد مذہب اسلام کی نسبت

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنے کا وقت نہیں آیا جس کے جواب میں اوّل تو ابوسفیان نے تامل کیا لیکن آخر میں کچھ سوچ لا الہ الا اللہ کہدیا۔ اس کے بعد رسول خدا نے فرمایا کہ محمد الرسول اللہ کہنے کا اب بھی وقت آیا ہے یا نہیں۔ ابوسفیان نے عرض کیا کہ اے محمدؐ اس کے واسطے مجکو مہلت دے کیونکہ اس بارہ میں ابھی کچھ شک مجکو باقی ہے حضرت عمر۔ ابوسفیان کی ان باتوں کو خیمہ کے باہر سے سن رہے تھے اور دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ اے ابوسفیان اگر تو باہر ہوتا تو ایسی زباندرازی نہ کرسکتا حضرت عباس عمر الفاروق کو بُرحدت دیکھکر ابوسفیان سے کہنے لگے تو کرتا کیا ہے عمر باہر تلوار لیئے ہوئے تیرے نکلنے کا منتظر ہے۔ حضرت عمر کے خوف سے ابوسفیان نے محمد الرسول اللہ کہکر اپنا پیچھا چھڑایا۔ حضرت عباس کے اس عرض کرنے سے کہ ابوسفیان ایک ایسا شخص ہے جو اعزاز اور افتخار کو بہت عزیز رکھتا ہے رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ (جو کوئی ابوسفیان کے

متعرض نہو وہ کسی سے لڑائی یا تکرار نہ کریں۔

چنانچہ یہ تمام فوج مسلمانان دراں حالیکہ وہ بمقابلہ قریش وقبائل مکہ کے ایسے قوی تھی کہ اگر چاہتی تو ایک ایک غیر مسلمان شخص کو قتل و غارت کرسکتی تھی۔ مگر بخلاف اس کے نہایت خاموشی اور متانت اور ادب سے مکہ میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اور کسی سے تعرض نہ کیا البتہ جانب سفلہ۔ سہیل۔ عکرمہ اور صفوان کی جمعیت نے حضرت خالد ابن ولید کے دستہ فوج کو روکا جس کی وجہ سے کچھ فساد ہوا اور اُسی تکرار میں حضرت کرز ابن جابر فہری اور حبیشی ابن الاشعری شہید ہوئے جب نوبت یہاں تک پہنچی تو حضرت خالد کے دستہ فوج نے حملہ کیا اور قریش پسپا کر دیئے گئے۔

اہل مکہ کی خوشی

رسول اکرم نے جب یہ خبر سُنی تو حضرت خالد پر ناراض ہوکر فرمایا کہ جبکہ ممانعت کی گئی تھی تو پھر تم نے جنگ کیوں کی مگر یہ معلوم فرماکر کہ ابتدا قریش کی طرف سے ہوئی اور باوجود پہلو تہی کیئے جانے کے وہ لوگ باز نہیں آئے تھے آپ خاموش ہو رہے۔ سوائے اس واقعہ کے اور ہر طرح پر امن وامان کے ساتھ رسول خدا داخل مکہ ہوکر سیدھے حرم محترم کو تشریف لے گئے اور کعبہ کو دیکھکر جمیع مسلمانوں نے نبی پاک کے ہمراہ بہ آواز بلند تکبیر کہی جس سے پہاڑ اور میدان گونج گیا (۲۰ رمضان شریف ۸ھ ہجری) رسول خدا داخل حرم ہوکر کعبہ کے روبرو بیٹھ گئے اور قریش کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ (اے جماعت قریش تم مجھسے کیا توقع کرتی ہو) موجودہ اشراف قریش نے کہا (کہ ہم تجھسے کرم اور بخشش کی امید کرتے ہیں) کیونکہ تو اہل کرم کا بھائی اور اہل کرم کا بھتیجا ہے) جسپر رسول کریم نے فرمایا کہ (جاؤ تم سب آزاد ہو) اس خلاف توقع بشارت کو سُنکر قریش میں خوشی کا غُل پڑگیا اور سب لوگ خوشی اور غایت انبساط کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کو دوڑے گئے۔

البتہ عکرمہ ابن ابی جہل۔ صفوان ابن اُمیہ۔ عبداللہ ابن سعد ابو سرح عامری۔ عبداللہ ابن الزبعری السہمی۔ عبدالعزی ابن خطل۔ حویرث ابن نقید۔ مقیس ابن صبابہ۔ وحشی۔

اور بعض زرہ پوش چاروں طرف سے حضور نبوی کو گھیرے ہوئے اور تکبیر کہتے ہوئے چلے آرہے تھے۔

ابوسفیان نے یہ حال دیکھکر حضرت عباس سے کہا کہ تیرے بھتیجے نے ملک و سلطنت کسقدر بڑھائی ہے حضرت عباس کے اس جواب پر کہ یہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت ہے ابوسفیان کے مونھ سے نکل گیا کہ حقیقت میں نبوت ہے۔ اس کے بعد حضرت عباس نے ابوسفیانکو رخصت کردیا اور وہ معہ حکیم ابن حزام کے مکہ چلا گیا اور حرم شریف میں پہنچکر قریش سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے قریش یہ صاحب فوج و لشکر محمدؐ ہے اور وہ ایسی قوت سے آرہا ہے کہ تمہارا اُس سے مقابلہ کرنا ناممکن ہے قریش کے اس سوال پر کہ محمدؐ نے تجھسے کیا کہا۔ ابوسفیان نے وہی عبارت بیان کی کہ اُس نے کہا ہے کہ جو کوئی ابوسفیان۔ حکیم کے گھر میں پناہ لے یا گھر کا دروازہ بند کرکے بیٹھ رہیگا۔ یا ہتھیار اُتار رکھیگا وہ سب محفوظ اور مامون ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ (جو مسلمانوں کی سخت دشمن تھی) یہ سُنکر چلائی کہ یا آل غالب اس ناشدنی کو مار ڈالو۔ ابوسفیان نے کہا کہ بے مجھے چھوڑ واللہ کہ اگر تو بھی مسلمان نہ ہوگی تو تیری گردن بھی کاٹی جائیگی۔ ابوسفیان سے یہ باتیں سُنکر مکہ میں ایک عجیب تلاطم برپا ہوگیا اور کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں البتہ سہیل ابن عمرو۔ عکرمہ ابن ابوجہل۔ اور صفوان ابن امیہ۔ بنی بکر۔ حارث۔ اور ہندیل قبایل سے کچھ آدمی فراہم کرکے مکہ میں خندمہ نام مقام پر آکر جمع ہوئے۔

رسول اکرم نے مکہ میں داخل ہونے کا یہ انتظام کیا کہ معلے کے سمت سے کدا پہاڑی کی طرف سے حضرت زبیر اور دوسری طرف سے داخل ہونے کے واسطے ابن عبادہ کو دو گروہ قرار دیکر مامور فرمایا اور نیچے کی سمت یعنی سفلہ کی جانب سے براہ خندمہ داخل ہونے کے واسطے جو گروہ مقرر کیا گیا اُس کے افسر خالد ابن ولید مقرر ہوئے اور ان سب گروہوں اور افسروں کو طرف نبوی سے یہ حکم دیا گیا کہ جب تک قریش وغیرہ میں سے کوئی اُن کا

مکہ میں داخل ہونے کا حکم مسلمانوں پر حملہ

اوہام کو دل سے نکال ڈالنے کے واسطے بلائیت سمجھایا۔

ختم طواف کے بعد جسقدر بُت کہ حرم میں تھے اُنکو توڑ ڈالا جبکہ ہبل بت توڑا جاتا تھا تو حضرت زبیر ابن العوام نے ابو سفیان سے کہا کہ تو نے اُس بت کی حالت دیکھی جسکے اوپر جنگ اُحد میں تو فخر کرتا تہا۔ ابو سفیان نے کہا کہ ان اعتراضوں کو ترک کرو اگر محمد کے اِلٰہ کے سوا اور کوئی خدا ہوتا تو آج کیا کچھ نہ ہو گیا ہوتا۔

بت شکنی

بتوں سے فراغت پاکر رسول خدا در کعبہ پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ (اے ناس خدمت کلید برداری کعبہ اور سقایت زمزم کے سوا جسقدر عہدے وغیرہ زمانہ سابق میں تھے سب باطل اور لغو کر دئیے گئے) اور مفتاح دارالکعبہ یعنی عثمان ابن طلحہ ابن ابو طلحہ سے کنجی لیکر در کعبہ کہولا اور اندر داخل ہو کر وہاں بہی جو چند بت تھے اُنکو نکلوا کر پہکوا دیا۔

حضرت عباس نے التماس کیا کہ خدمت کلید برداری کعبہ بہی معہ خدمت سقایت بنی عبدالمطلب کو بہر ہونی چاہیئے اور حضرت علی نے یہ عرض کیا کہ خدمت کلید برداری کعبہ اہل بیت کے واسطے مقرر کرنی چاہیئے۔ ان مباحثوں کی وجہ سے عثمان ابن طلحہ ایسی مقدس خدمت کو اپنے خاندان میں سے نکلتا ہوا دیکھکر بہت متردد تہا۔ رسول خدا نے یہ فرما کر کہ (اے بنی ابو طلحہ اس امانت الٰہی کو ہمیشہ کے واسطے تو لے) کنجی عثمان ابن طلحہ کو عطا فرمائی جس کے خاندان میں اسوقت تک کنجی چلی آتی ہے

حضرت ابو بکر کے بوڑہے باپ ابو قحافہ جو اب تک ایمان نہیں لائے تہے۔ حضرت ابو بکر اُن کا ہاتہ پکڑ کر حضور نبوی میں لائے اور وہ بہی مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ اسکے بعد رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا نام پہاڑی پر جلوہ افروز ہوئے تو تمام اُن لوگوں سے اطاعت خدا اور اطاعت رسول خدا کی بعیت لی گئی جو اُسوقت حاضر ہوئے تہے جبکہ مردوں کی بعیت ختم ہو چکی تو کبار قریش میں سے حضرت علی کی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابو طالب۔ ام حبیبہ بنت عاص بن امیہ۔ عتاب ابن اسید کی خالا بہن۔ اروی اور عاتکہ۔ ام حکیم زوجہ

ہندزوجہ ابوسفیان۔ چار اور عورتوں یعنی قریبہ۔ قرنتا۔ ارنب۔ اور سارہ کی نسبت یہ حکم دیدیا گیا کہ جو کوئی انکو مار ڈالیگا اُس سے باز پرس نہ ہوگی۔ ان میں سے عبداللہ ابن سعد ابن ابوسرح۔ اور ابن حنظل وہ شخص تھے جو مسلمان ہوکر پھر مرتد ہوگئے تھے وحشی (ہندزوجہ ابوسفیان کا غلام تھا) غزوۂ احد میں جبکہ مسلمان مغلوب ہوگئے تھے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا شکم چیر کر اُنکا جگر نکالکر ہندزوجۂ ابوسفیان کے پاس وہ لے گیا تھا۔ ہندزوجہ ابوسفیان مسلمانوں کی سخت دشمن تھی اور لڑائیوں میں شریک ہوا کرتی تھی۔ غزوۂ احد میں جبکہ وحشی حضرت حمزہ کا جگر نکال کر ہند مذکورہ کے پاس لے گیا تو ہند نے خوشی ہوکر اُسکو دانتوں سے چبایا اور وحشی کو آزاد کردیا اور جسقدر زیور پہنے ہوئے تھی وہ بھی سب اُسکو انعام میں دیدیا۔ عبداللہ ابن الزبعری۔ حویرث ابن نفقید اور باقی تین عورتیں یہ سب وہ تھے جو مسلمانوں کی ہجو میں قصائد پڑھا اور کہا کرتے تھے اور لوگوں کو مسلمانوں کے قتل کی ترغیب اور رسولخدا کو دشنام دیا کرتے تھے منجملہ ان تین عورتوں کے ایک سارہ بھی تھی جو علاوہ جرائم مذکورہ کے مسلمان ہوکر پھر مرتد ہوگئی تھی۔ مقیس ابن صبابہ بھی مسلمان ہوکر پھر مرتد ہوگیا تھا اور کسی تکرار پر انصار میں سے ایک کو قتل کرکے مدینہ سے مکہ بھاگ آیا تھا۔

ابوسفیان او فضالہ کے دلی ضمیر پر آپکا آگاہ ہونا۔

بہرحال سوائے ان بارہ اشخاص واجب القتل کے اور سب کو امان عطا فرماکر رسول خدا اور اصحاب نے سات بار طواف کعبہ کیا ابوسفیان دور سے یہ باتیں دیکھ رہا اور سوچ رہا تھا کہ اے کاش اگر مجکو مقدرت ہوتی اور لشکر جمع کرکے ان سے لڑائی لڑتا۔ رسول خدا نے اُس کے چہرہ پر فکر اور بشرے سے علامت انتقام ملاحظہ فرماکر اُسکو ان خیالات سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی جس کے سبب سے ابوسفیان سہم گیا اور اپنے خیالات سے توبہ کی۔ حالت طواف میں فضالہ ابن عمیر اس قصد سے کہ ذات نبوی کو ہلاک کرڈالے آہستہ آہستہ قریب آتا جاتا تھا جس کی منشا کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے اور پوچھا کہ کیا قصد ہے اگرچہ اُسنے بات کو ٹالا اور حیلہ وحوالہ کردیا مگر رسول خدا نے ہنسکر اُس کے سر وسینہ پر ہاتھ پھیرا اور

اور جبکہ وہ اپنے گھر پہنچی تو اُن سب بتوں کو توڑ ڈالا جو اُسکے گھر میں تھے۔

انصار کی بے چینی اور آپ کی شفقت

چونکہ رسول خدا نے بوجہ اپنے حسن سلوک کے ہر ایک شخص کے ساتھ بہت کچھ محبت پیدا کر لی تھی اسوجہ سے اس کامیابی کو حضرات انصار دیکھکر اور یہ سوچ کر ملول ہوئے کہ شاید اب رسول خدا یہاں پر ہی رہ جائیں اور مدینہ کو واپس نہ جائیں۔ اُنکو ملول اور محزون دیکھ کر رسول اکرم نے اُن کی تشفی کی اور فرمایا کہ (اے جماعت انصار میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ میں نے تمہارے شہر میں ہجرت کی ہے اب میری موت وحیات تمہارے ہی پاس ہوگی) اس التفات پر شفقت کی وجہ سے انصار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا تمام رنج وفکر مبدل بہ خوشی ہوگیا۔

شان ایزدی

کیا شان ایزدی تھی کہ صبح کے وقت سقف کعبہ پر بت رکھے ہوئے تھے اور ظہر کے وقت بلال حبشی وہاں کھڑے ہوکر اذان محمدی دی اور صبح کے وقت جو صدہا بت حرم شریف میں موجود تھے وہ توڑ ڈالے گئے اور شام کے وقت ہزارہا مسلمان اُسی حرم میں خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہوئے دکھائی پڑتے تھے۔

عفو قصور

ہند کی عفو تقصیر کی خبر شائع ہوجانے سے اور فراری بھی چلے آئے عورتوں میں سے ایک عورت مسلمان ہوکر حاضر ہوئی اُسکا قصور بھی معاف کر دیا گیا۔

عبداللہ ابن سعد ابن ابوسرح جو عثمان ذالنورین رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا۔ اُسکو حضرت عثمان لیکر حاضر ہوئے اور عفو قصور کرا دیا اور یہ شخص دل سے مسلمان ہوگیا۔ اور یہ شخص خلافت عثمان کے زمانہ میں مصر کا والی مقرر ہوا تھا۔ عکرمہ ابن ابوجہل یمن کی طرف بھاگ گیا تھا جبکہ اُس کی بیوی ام حکیم مسلمان ہوگئی تو اُس نے رسول خدا سے اپنے خاوند کی شفاعت کی جسپر اُسکا قصور بھی حضور نبوی سے معاف ہوگیا۔ اور جبکہ اُسکو یہ بشارت دیکر اُس کی بیوی اثناء راہ میں سے واپس لائی تو وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

صفوان ابن اُمیہ جدہ کی طرف بھاگ گیا تھا عمیر ابن وہب صحابی کی سفارش سے

عکرمہ ابن ابوجہل ۔ خالد ابن الولید کی بہن فاختہ ۔ غرضکہ سب افراز ادیاں نسار مکہ کو ہمراہ لیکر بیعت کے واسطے آگے بڑھیں اُن عورتوں میں ہندزوجہ ابوسفیان بھی بہ تبدیل شکل موجود تھی سو لحاظ کے عورتوں نے بھی شرک و زنا سے بچنے اور اولاد کو ہلاک نہ کرنے اور کسی پر بہتان بندی نہ کرنے اور خدا کا اور کوئی گناہ بھی نہ کرنے کے عہد کرنے کی خواہش ظاہر کی جبکہ عہود دیئے لینے شروع ہوئے تو ہندہ مذکورہ آگے بڑھی شرک نہ کرنے کی بابت میں بولی (واللہ تو ہم سے اُس چیز کو بھی چاہتا ہے جس کے واسطے مردوں سے بھی اقرار نہیں لیا گیا لیکن بہرحال ہم اُسکو قبول کرتے ہیں)

چوری کی بابت میں عہد لیئے جانے پر بولی کہ (واللہ اگر ہم نے چوری کی ہوتی تو ابوسفیان کے مال میں سے کیا کچھ نہ لیا ہوتا) اسوقت ابوسفیان بھی موجود تھا جس کے جواب میں اُسنے کہا کہ (اگر تو نے پہلے لیا ہے تو معاف کرتا ہوں ۔ اب آئندہ اگر کچھ چرایا تو دیکھونگا) آا گفتگو پر مخبر عالم رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس سے پوچھا کہ کیا تو ہندہ ہے جس کے جواب میں اُس نے ہاں کہا اور عرض کیا کہ (جو کچھ گذر گیا اُسکو معاف کر خدا بھی تجکو معاف کریگا ۔)

جب زنا کے باب میں عہد لیا گیا تو اُسنے کہا کہ (بھلا یہ ممکن ہے کہ کوئی آزاد عورت زنا کرے) اولاد کے ہلاک نہ کرنے کے عہد پر بولی کہ (ہم نے اُنکو پال کر بڑھایا اور بڑے ہوئے تو نے اُنکو بدر میں مار ڈالا لیکن جو کچھ ہوا اُسکو تو ہی اچھی طرح جانسکتا ہے) اس جواب پر حضرت عمر بھی باوجود اُس وقار اور تمکین کے جو اُنمیں ہمیشہ پائی جاتی تھی بے اختیار ہنس پڑے ۔

افترا اور بہتان بندی کے عہد دینے پر بولی کہ (واللہ بہتان نجس چیز ہے اور واللہ کہ تو ہمکو بہت اچھی اچھی باتیں سکھاتا ہے) اور بغاوت پر عہد لیتے وقت بولی کہ (ہم اس دربار عالی میں اس غرض سے نہیں حاضر ہوئے کہ پھر بغاوت کریں) جب یہ عہود ختم ہو چکے تو حضرت عمر کو ارشاد ہوا کہ وہ بالوکالہ ان سب عورتوں سے بیعت لیں ۔ ہندہ کا قصور معاف کردیا

فرمانے پر آمادہ رہتے تھے۔ اور جو کہ عمدہ معلوم ہوتے تھے اور ہرگز اس وجہ سے کہ وہ فعل غیر مسلمان کا ہے اُسکو نظر حقارت یا نفرت سے نہیں دیکھتے تھے چنانچہ ۵ ہجری میں جبکہ قریش مکہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی اور جنہیں اُس نواح کے یہودی بھی شریک ہوجانے سے اُن کی جمعیت اور قوت بہت بڑھ گئی تو رسول اللہ مسلمانوں کی قلت کے سبب سے متردد ہوئے لیکن حضرت سلمان کے (جو اصل میں ملک فارس کے باشندے تھے) اس عرض کرنے سے کہ ہمارے ملک میں ایسے موقعوں پر چاروں طرف خندق کھودی جاتی ہے آپ نے بھی اس اُصول پر مدافعہ کرنا پسند فرمایا اور شب و روز کی محنت شاقہ سے ایسے جلد خندق کھودی گئی کہ دشمن کو اُسکی اُسوقت خبر ہوئی جبکہ وہ مدینہ میں داخل ہونا چاہتا تھا۔ اسی طرح اُس لڑائی میں جو بعد فتح مکہ قلعہ طائف پر ہوئی حضرت سلمان کے بتانے سے منجنیق کا استعمال کیا گیا جس سے عرب واقف نہ تھے۔

علاوہ بریں روم وغیرہ بادشاہوں کی فوج کے طریقہ سے آپ اپنی فوج کو بھی میمنہ میسرہ قلب و جناح میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ حالانکہ عربوں میں اس طریقہ کا بالکل رواج نہ تھا اس وجہ سے لشکر اسلام کے مقابلہ میں لشکر عرب اور لشکر کے مقابلہ میں ارذل فوج کا حکم رکھتی تھی۔

مسلمانوں کے ... کی تعلیم دلانا۔

غزوہ بدر میں جو قیدی گرفتار کیے گئے تھے اُن میں سے آسودہ لوگوں کو تو معاوضہ یا بدل لیکر چھوڑ دیا لیکن جو محتاج تھے اُن کے واسطے یہ شرط لگائی گئی کہ وہ مہاجرین او انصار کے بچوں کو پڑھانا سکھا دینے کے بعد رہا کردیئے جائیں چنانچہ ایک ایک قیدی کو مسلمانوں کے دس دس بچے تعلیم کے واسطے سپرد کیے گئے جس سے آپکا میلان طبع تعلیم کی طرف عملی کام کرنے کا صاف معلوم ہوتا ہے۔

اثر زمانہ کا فر... اور نتیجہ کلام

اُن تمام فلسفوں اور اختراعوں نے جو یونان۔ مصر و روم۔ ایران وغیرہ میں صدہا برس سے معلوم اور جاری ہوگئے تھے دنیا کی تہذیب و شائستگی میں بہت کچھ ترقی ہوگئی تھی۔ عالیشان عمارتیں بننے لگیں تھیں۔ دیبا اور اطلس کے لباس جاری ہوگئے تھے۔ عمدہ عمدہ شرابوں کی مجلسیں

اُسکا بھی قصور معاف کر دیا گیا۔ جبکہ عمیر ابن وہب اُسکو واپس لایا تو وہ حضور نبوی میں حاضر ہوا اگر چار مہینے کے قریب اپنے قدیم مذہب پر قائم رہا اور پھر بطیب خاطر مسلمان ہو گیا۔

عبد اللہ ابن الزبعری اور وحشی قاتل حمزہ نے خود آکر رسول خدا سے پناہ مانگی جن کے قصور بھی معاف کر دیئے گئے مگر وحشی کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے روبرو نہ آیا کرے۔ چنانچہ وہ اگرچہ آزاد پھرتا تھا مگر رسول خدا کے سامنے پھر کبھی نہ آیا۔ صرف باقی پانچ آدمی قبل درخواست عفو کے مارڈالے گئے تھے اگر ان کی موت ایسے جلد نہ واقع ہو گئی ہوتی تو اُنکا قصور بھی ضرور معاف ہو جاتا

...ل عرب کی حالت ...بھوں کی قیدیوں ...احسان بخشی

اگر یہ رسالہ توقع سے زائد بڑا نہ ہو گیا ہوتا تو وہ واقعات بھی قابل ملاحظہ ناظرین تھے جو فتح مکہ کے سلسلہ میں واقعہ اوطاس اور محاصرہ طایف کے متعلق ہیں لیکن اُنکی تفصیل کو ترک کر کے صرف اس بیان پر اکتفا کیجاتی ہے کہ چونکہ مکہ مکرمہ بلا خونریزی کے فتح ہو گیا تھا تو بہت قبائل عرب اس غرض سے جمع ہوئے کہ یہاں سے مسلمانوں کو مار کر نکالدیں۔ کیونکہ اس طرح مکہ پر قبضہ کر لینے کو مسلمانوں کے فریب پر محمول کرتے تھے۔ چنانچہ اسپر لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور اس لڑائی میں قریب چھ ہزار کے زن و مرد گرفتار ہوئے جو سب کے سب بعد ختم لڑائی کے رہا اور آزاد کر دیئے گئے۔ اس طرح پر کہ جب قبیلہ ہوازن کے اشراف جعرانہ میں آکر رسول خدا سے اپنے عزیز و اقربا کے چھوڑ دینے کے واسطے ملتجی ہوئے تو رسول خدا نے فرمایا کہ جسقدر قیدی بنی ہاشم کے حصہ میں آئے ہیں سب آزاد ہیں۔ اسکو دیکھ کر تمام مجاہدین نے اپنے اپنے حصہ کے قیدی بھی رسول خدا کو دیدیئے اور وہ بھی آزاد ہو گئے جبکہ یہ چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے تو ان کی رخصت کیوقت سبکو ایک ایک جوڑہ کپڑونکا بھی عطا کیا گیا۔ غرضکہ یہ اسباب تھے جنکی بنا پر اُسوقت میں جبکہ نبی عربی نے حجۃ الوداع کیا تو عرفات پر ایک لاکھ سے زائد مسلمان ہمراہ تھے (اشہد ان محمد الرسول اللہ)

...ل رغبت جدید باتوں کے ...ال کر لینے پر

رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تدابیر ملکی و جنگی میں ہر ایک اُس نئی بات کو قبول اور جاری

زنا حادثہ - لما
جنگلی خیالات اور اثر

اب اگر ہم اس آخری زمانے میں مسلمانوں کی حالت دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی ایک غازی یعنی کابل اور اطراف کابل کا مسلمان جبکہ گھانس یا دنبہ لیکر انگریزی لشکر میں آتا ہے تو ایک چھری سے وہ کسی اہل لشکر کو قتل کر ڈالتا ہے اور اس طرح پر وہ اُن عربوں سے زیادہ جرأت دکھاتا ہے جو زمانۂ سابق میں تھے۔ کیونکہ یہ غازی ہر ایک طرح سے یقین کرنے کی وجہ پاتا ہے کہ وہ اس کی عوض میں بالضرور گرفتار کرایا اور گولی سے مارا جائیگا۔ لیکن یہ خوف اُسکے جنت میں جانے کی خواہش کو کم نہیں کر سکتا۔

اسی طرح جبکہ سلطان ٹرکی کسی سلطنت سے صلح کرنا چاہتا ہے تو طلبا ر دینیات یعنی سوفتہ کا گروہ جمع ہوتا ہے اور زور ڈالکر کہتا ہے کہ کافروں سے دبکر صلح کرنے سے لڑکر مر جانا بہتر ہے اور ایک ٹرکی سوجر جب لڑائی کے میدانوں میں جاتا ہے تو نہ تو اُسکو شراب کی ضرورت ہوتی ہے جو اُسکو موت سے بےخبر کردے اور نہ اُسکو عمدہ اور تازہ غذا کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہر ایک مصیبت پر صبر کرتا ہے اور مد مقابل کو مار ڈالنے یا خود مر جانے کے سوا منہ پھیرنے کا نام تک نہیں جانتا۔ سوڈانی درویش برچھیاں ہاتھ میں لیئے ہوئے ہزاروں گز پر مارنے والے رائفل اور جلد پھیرے اور اڑا دینے والے توپوں کی پروا نہیں کرتے وہ کبوتروں کی طرح مرتے جاتے ہیں مگر باقی ماندہ بڑھے چلے آتے ہیں اور انہیں برچھیوں سے اُن گولہ اندازاور افسروں کو مار کر توپوں کو خاموش کر دیتے ہیں۔ جن گولہ اندازاور افسروں نے درویشوں کو چنے کی طرح بھون ڈالا تھا۔ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں روز بروز زیادہ شجاعت کم ہوتا جاتا ہے لیکن تاہم ایک محرم کا سپاہی تعزیہ کی خیالی بےعزتی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اپنی زندگی کو اُس کے مقابلہ میں بےحقیقت جانتا ہے۔ غرض کہ سب مسلمان اپنی جان کو جنت کی آرزو میں بڑی دلاوری سے نثار کر رہے ہیں مگر انجام اسکا اُنکے اور اُن کے پس ماندوں کے حق میں کسی طرح بھی کارآمد یا مفید نہیں ہے جہاں کہیں اُن کی حکومتیں ہیں اُنکا دائرۂ وسعت تنگ ہوتا جاتا ہے اور جہاں کہیں کہ وہ محکوم ہیں وہاں پر اُنکا رعب و داب اور عزت کم ہوتی جاتی ہے

گم ہوتی تہیں امور سیاست میں بہی خودمختارانہ حکومتوں کا عموماً چراغ گل ہو گیا تہا اور بجائے اُن کے نیم پبلک گورنمنٹیں قائم ہوتی جاتی تہیں مگر باوجود ان تمام باتوں کے اسلحہ و آلات حرب میں فلسفہ اور علوم نے کوئی نئی بات پیدا نہیں کی تہی۔

آلات حرب میں تیر کمان۔ بالا۔ تلوار۔ تبر وغیرہ آلات جارحہ ہوتے تہے اور آلات حفاظت میں۔ ڈہال۔ زرہ خود۔ وغیرہ مستعمل تہے یا اگر بہت کچھ اہتمام ہوتا تو قلعوں میں منجنیق کا استعمال کیا جاتا تہا۔

مزید حفاظت کے واسطے مورچے اور خندق بنانے کا رواج تہا۔ طریق جنگ یہ تہا کہ ابتدا لڑائی میں ایک ایک دو دو آدمی صف سے نکلکر لڑا کرتے تہے لیکن فیصلہ لڑائی کا تیر باری اور تلوار سے ہوتا تہا غرضکہ بندوق وغیرہ کوئی اور علمی آلہ اُسوقت تک استعمال نہیں ہوا تہا اور یہ سب سامان ایسا تہا کہ مسلمانوں کے پاس بہی اسی طرح موجود تہا جیسا کہ اُن کے مخالفوں کے پاس ہوتا تہا۔

غرضکہ ان تمام اسباب اور تعلیمات سے جو بیان کی گئی ہیں مسلمان اس قابل ہو گئے کہ اُن کی وہ خاصیت جسپر بیجا طور پر اور بے محل آج کل فخر کیا جاتا ہے یعنی جوش مذہبی یا شجاعت اُن کی کارآمد اور اُن کو دیگر فرقوں پر غالب کر دیتا تہا۔

اگر ہم صرف ہندوستان کے مسلمانوں کی بدبختی کا حال لکھنا چاہتے تو ایک اور بات کا بہی تذکرہ کرتے یعنی اُس جفاکشی اور محنت و مشقت کا جو عربوں کی گویا سرشت میں داخل تہی اور جو کہ اُنکو رومیوں اور ساسانیوں پر غالب کر گئی۔ کیونکہ عربوں کا مقابلہ ایسی قوموں سے ہوا جن کے افسر اور بادشاہ اور سردار عیش پسند اور آرام طلب تہے مگر چونکہ روئے زمین پر اب بہی ایسے مسلمان موجود ہیں جو جفاکشی اور محنت میں ان عربوں سے کم نہیں ہیں مثلاً افغان اور سنٹرل ایشیا کی قومیں اسواسطے ہم نے اُسکی طرف التفات نہیں کیا اور صرف وہ امور ظاہر کئے ہیں جو تمام قطع ارض کے مسلمانوں پر صادق آتے ہیں۔

جفاکشی انع… مسلمانان… …ہے۔

حصّہ سوم

مسلمان پھر بھی ترقی کر سکتے ہیں یا نہیں

اس سوال کا جواب کہ آیا مسلمان پھر بھی ترقی کر سکتے ہیں یا نہیں ایسا مایوس کن نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے لیکن ترقی کا امکان اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ وہ تدابیر اختیار کیجائیں جو اس زمانے کے موافق ہوں۔

مذہبی جوش جس کے وجود سے مسلمانوں کی ترقی اور تنزل کی تاریخ بھری ہوئی ہے اب بھی وہ ایک عمدہ رہنمائی کر سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان اُس کے استعمال کے محل کو پہچان لیں اور بے محل کے استعمال سے اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ کریں۔

مورخوں اور سائنٹ کی رائے

مورخوں کا ایک گروہ اس بات کو باور کر رہا ہے کہ مسلمان پھر ترقی نہیں کر سکتے کیونکہ اُنھوں نے تاریخ پر نظر ڈالتے وقت یہ شاہدہ کیا ہے کہ ہر ایک قوم کی ایک ابتدائی ایک متوسط اور ایک انتہائی حالت ہوتی ہے۔ متوسط حالت وہ ہوتی ہے جسمیں اُس قوم کا اقتدار و شوکت درجۂ اعلیٰ پر ہوتی ہے جس کے بعد زوال شروع ہوتا ہے اور وہ اُس کی آخری حالت ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر اقوام کی تاریخ دیکھی جاوے تو یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم بعد ترقی کے تنزل اختیار کر لیتی ہے تو پھر وہ ترقی نہیں کر سکتی ہے۔ اسکی مثال میں وہ بنی اسرائیل۔ اثوری۔ ایران۔ مصر قدیم۔ یونان وغیرہ اقوام قدیمہ کی تاریخ پیش کرتے ہیں جس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ جب کہ قدیم سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ مسلمان نیچر کے اس قانون سے مستثنےٰ ہو سکیں۔

مورخوں کے علاوہ نیچرل ہسٹری کے علما بھی ایسا ہی کچھ نتیجہ نکالنے پر تیار ہیں کیونکہ سائنس سے ثابت ہوا ہے کہ ہر ایک موجودات رفتہ رفتہ اور نہایت آہستہ آہستہ ترقی یا تنزل

سبب یہ ہے کہ جوش مذہبی بے محل صرف کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جوش مذہبی جس جذبہ کا نام ہے اُس کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کو صرف بے خوف اور نڈر بنا دیتا ہے اور اس کے نزدیک موت اور حیات یکساں ہوتی ہے لیکن اور کوئی کام اُس سے نہیں نکلتا۔

زمانہ حال کا کیا اقتضا ہے

یہ زمانہ وہ ہے کہ ہر ایک قوم خواہ وہ کیسی ہی شجیع اور سر بکف کیوں نہو اگر دنیا میں قیام اور ترقی چاہتی ہے تو علمی دنیا میں قدم رکھنا اُسکا اوّل فرض ہوگا اگر ایسا نہیں ہوگا تو وہ قوم بیخ و بنیاد سے اوکھاڑ کر پھینک دیجایگی اور جوش مذہبی اُنکو ہلاک اور برباد کردیگا۔ پس جوش مذہبی کو کارآمد طریقہ میں صرف کرنا لازمی ہے۔

مصلحت وقت کا خیال رکھنا لازم ہے

اگرچہ ہمارے اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ گویا شجاعت یا جوش مذہبی کے مفید اور کارآمد بنانے کے واسطے تدابیر ضروری اختیار کرنے کی اب ضرورت ہے اور اول نہ تھی لیکن حقیقت حال ایسا نہیں ہے یعنی ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ صرف زمانۂ حال کی تدابیر اختیار کرنے پر انسان مجبور ہے بلکہ زمانۂ سعادت میں بھی اگر وہ تدابیر اختیار نہ کیجاتیں جو اُس حالت کے مناسب تھیں تو بھی وہی نتیجہ ہوتا جو اب ہو رہا ہے یعنی مسلمان ہرگز کامیاب نہ ہوتے اور وہ ایسی ترقی نہ کرسکتے جس پر کہ ہم آج فخر کر رہے ہیں۔

انتخاب کرنا چاہیئے کیونکہ یہ ایسی خواہش ہے جس کے انجام دینے کی قوت ہم میں موجود ہو۔

انگریزی سلطنہ ہندوستان میں

گو بظاہر یہ بات ناگوار۔ پاکسرشان کے معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اُس ملک میں جس میں کہ وہ بطور فاتح قوم کے تھے اب بطور مفتوح قوم کے رہتے ہیں لیکن اگر چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ حالت جس میں کہ اب ہم مسلمان ہیں ہمارے حق میں ایسی بڑی نعمت ہے جس سے زیادہ ہونا اسوقت میں ممکن نہ تھا۔

اسبات پر باور کرانے کے واسطے کہ اس زمانے کے مسلمان ایسی حالت میں گرفتار ہیں جس سے کہا جا سکتا ہے کہ اُنکی کل ہی خراب ہو رہی ہے نہ تو سائنس کے استعمال کی ضرورت ہے اور نہ زمانۂ ماضی کے تاریخی واقعات کی بیان کرنے کی حاجت ہر بلکہ جس مسلمان میں ذرہ سی عقل ہے اور وہ سب سے کم درجہ کا غور کر سکتا ہے وہ خود دیکھ سکتا ہے کہ پردۂ دنیا پر جہاں کہیں مسلمان ہیں گو بہ نسبت ایک قطع ارض کے مسلمانوں کے دوسرے قطع ارض کے مسلمان اچھی حالت میں ہوں لیکن بمقابلہ دوسری اقوام کے ہر جگہ پر خراب اور پریشان حالت میں ہیں۔ اور کہیں پر بھی مسلمان اس حالت میں نہیں پائے جاتے جس حالت کو اُن کیواسطے تشفی بخش کہا جا سکے اور یہی مشاہدہ عینی اس مسئلہ کے باور کر لینے کو کافی ہو کہ مسلمانوں کی کل ہی خراب ہو گئی ہے نہ کہ اُسکا کوئی خاص پرزہ۔ جب کہ یہ حال ہو تو ہمارے اس دعوے کے تسلیم کر لینے میں کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر حکمراں ہونے سے اُنکا بطور محکوم کے ہونا زیادہ تر بہتر ہے کیا عذر ہو سکتا ہے۔

اگر ہم مسلمان اسوقت میں ہندوستان کے اندر حکمراں ہوتے تو اندرونی بدانتظامیوں اور بیرونی دشمنوں کے خوفوں سے وہی حال ہمارا بھی ہوتا جو اسوقت تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا ہے جو بدنصیبی سے حکمرانی کے نام سے بدنام ہیں یعنی دن رات کی پریشانی آئے دن کی تشویش۔ دشمنوں کا ہجوم۔ دوستوں کی بے بسی اور لاچاری۔ وسائل ترقی سے بیخبری یا بے پروائی بلکہ اُن کی عدم ضرورت یا نا ممکن الحصول ہونے کا اعتقاد لیکن بحالت موجودہ

کیا کرتے ہیں۔ اور اُسی قاعدے کے اندر انسانی اعضا کی بناوٹ بھی شامل ہے چنانچہ اُن اقوام کے دماغ کی بناوٹ بھی رفتہ رفتہ تنزل پذیر ہوگئی ہے جو کہ مسلمان ہیں اسوجہ سے انکا دماغ عالی خیالی اور اسباب ترقی کے اوپر عمل کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔

اگرچہ ان دونوں شاخوں کے عالموں کی رائے کا نتیجہ واحد ہے مگر فرق یہ ہے کہ نیچرل سائنس کے علما یہ کہتے ہیں کہ جس طرح ترقی کردہ اشیا تنزل کر سکتی ہیں اُسی طرح بعض مستثنات کو قطع نظر کرکے تنزل کردہ اشیا بھی ترقی کر سکتی ہیں لیکن ترقی بھی ویسے ہی آہستہ آہستہ ہو سکتی ہے جیسی آہستگی سے تنزل ہوتا ہے اگر اس مضمون میں اسپر بحث کی جائے کہ یہ دونوں رائیں صحیح ہیں یا نہیں یا کس قدر حصہ اُنکا قابل قبول ہے تو اُس کے بیان میں اسقدر طوالت ہو جائے کہ اصلی مقصد کے بیان کا لطف جاتا رہے اسواسطے اس کے تنقیح کو چھوڑ دینا چاہیئے لیکن اسمیں کچھ شک نہیں ہے کہ مسلمان عموماً جس حالت میں پائے جاتے ہیں جبتک اس کی صحیح اصلاح اور کامل درستی نہیں کریں گے اسوقت تک اُنکا ترقی کرنا ناممکن ہے لیکن خوش قسمتی سے اصلاح حال مسلمانوں کا ایسا طریقہ ملسکتا ہے جس کے اختیار کرنے پر تاریخ اور سائنس کے مجرم بننے سے بھی بہت کچھ بچنا ممکن ہے اور وہ طریقہ یہ ہیں -

(۱) موجودہ مسلمانوں کے دماغوں کی ترقی کی کوشش کرنا۔

(۲) ترقی کردہ انسانوں کو مسلمان بنانا۔ اور یہ ایسے راستے ہیں کہ اسمیں نیچرل سائنس کو تو کچھ بھی عذر نہیں ہوسکتا اور ہسٹری کے اعتراض کو بھی ہم من وجہ رفع کردیں گے۔ اب اگر مضمون کو صرف ابطہ ایک دل خوش کن مضمون کے اختیار کرنا یا آنکہ عملی مشکلات سے بے پروائی برت کر اس ترغیب کو ناممکن العمل صورت میں اظہار کرنا ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمکو تمام دنیا کے مسلمانوں کی ترقی دماغی کی کوشش کرنا چاہیے۔ مگر چونکہ موجودہ حالت میں ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس اہم کام کو انجام دے سکیں اور نیز مقصد عملی یا قابل العمل تدابیر کا پیش کرنا ہے۔ اسواسطے جو خواہش ظاہر کیجاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہمکو اصلاح دماغ کے واسطے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کو

[margin] ...کا خیال ...ے متعلق

[margin] ...تدابیر مسلمانوں کی ...صلاح کی

یہ حال ہے کہ جب تک دوسرے شخص کے حقوق خطرہ میں نہ ڈالے جائیں کسی بات کی روک
ٹوک نہیں ہے۔ جب ایسی محکومیت ہے کہ جس میں ہمارے واسطے ہر قسم کے ترقی کے
وسائل کھلے ہوئے ہیں تو اس حکومت پر کیوں فوق نہ دیا جاوے۔ جس میں روز بروز
مسلمانوں کو زوال پذیر یا متنزل ہونا شئے لازمی ہو۔ لیکن نالایقی اور نہایت ہی نالایقی کی
بات ہوگی کہ ہم اس خداداد نعمت سے وہ فائدہ حاصل نہ کرسکیں جسکو کہ باحسن وجوہ اور سہل
تر حاصل کر سکتے ہیں۔

معمولی کہانی

میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ جو کچھ ہم کر سکتے ہیں وہ یہ دو باتیں ہیں۔ یعنی مسلمانوں
کو ترقی یافتہ بنانا اور ترقی کردہ انسانوں کو مسلمان کرنا۔ منجملہ اس کے پہلی بات یعنی موجودہ
مسلمانوں کو ترقی یافتہ کرنے کا طریقہ وہی معمولی کہانی ہے یعنی علوم مغربی کی تحصیل۔ اگرچہ
صحیح طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات پیش نہیں کی گئی۔ لیکن اس کے بیان اور اعادہ
کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جس قدر تعلیم مسلمانوں کو بہرا ونچا کر سکتی ہے اسکی طرف
ابھی عشر عشیر بھی توجہ نہیں کی گئی ہے۔

جہاں تک معمولی نظر سے دیکھا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ گو کسی ارادہ اور نیت سے
کیوں نہو مگر علم انگریزی کے حاصل کرنے اور اسکو تعلیم دلانے میں صرف مسلمانوں کے خاندانوں
کا وہ حصہ کسی قدر مصروف ہے جن کے یہاں انگریزی گورنمنٹ کی ملازمت باپ دادا سے
چلی آتی ہے یا آنکہ وہ خاندان جن میں وکالت کا پیشہ داخل ہے۔ زمیندار اور تجارت پیشہ
تعلیم انگریزی سے جدا ہی نہیں ہیں بلکہ متنفر ہیں۔

مہدی آخر الزماں باور چیخانہ

ہمارے علما جنکو خدا تعالےٰ توفیق خیر عطا کرے دنیا اور مسلمانوں کے حال سے ایسے
غافل ہیں کہ گویا خدائے تعالےٰ نے اُنکو دوسروں کی عبرت کے واسطے ہی پیدا کیا ہے۔
اُن کے نزدیک اول تو مسلمانوں کی حالت موجودہ بہت اچھی ہے اور کوئی ضرورت اُن کی
درستی کی نہیں ہے اور اگر کچھ ضرورت ہے تو حضرت مہدی آکر اور کفار کو غارت کر کے اُسکو

ہم ہندوستان کے مسلمان ان تمام تشویشوں سے مبرا ہیں۔

مے غم ذرد و مے غم کالا

پہر اگر یہ بے غمی ایک کاہلی کی صورت میں نمودار ہوتی تو میں کبھی اس بیفکری کی تعریف نہ کرتا۔ کیونکہ میرا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ انسان کا کام صرف شکم پروری اور بے عزتی زندگی بسر کرنے کا ہے بلکہ میں جو بار بار مسلمانوں کی اس محکومیت کو پسند کرتا ہوں اُسکا سبب یہ ہے کہ ہمارے اوپر جو قوم حکمراں ہے وہ نہایت نفع رساں اور فیاض قوم ہے اور اُس کے احکام ہماری کاہلی کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ کر ہمکو ایک کارآمد انسان بنائے بغیر چھوڑنا نہیں چاہتے۔

انگریز جنکی ہاتوں میں خدائے تعالٰے جلشانہ نے ہندوستان کی قسمت سپرد کرکہی ہے بیشک وہ انسان ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اُن میں تکبر اور خودپسندی ایسی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمکو مثل اپنے انسان نہیں سمجھتے ہیں یا سمجھ نہیں سکتے ہیں۔ ان میں بعض ایسے خصائل بہی ہیں جو ہماری نظروں میں اُنکو خودغرض اور لالچی دکہا رہے ہیں۔ لیکن کوئی شک نہیں ہے کہ خوش نصیب ہے وہ ملک جو اُس قوم کے زیر حکومت ہو جو جزائر برٹانیہ میں رہتے ہیں۔ اور خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جو گو کہ اپنی سلطنت کو کہو کر اپنی عزت کو خاک میں ملا چکے ہیں مگر تاہم خدائے تعالٰے نے اُنکو برٹش نیشن کی تربیت میں دیدیا ہے میں نے جو کچھ تعریف انگریزوں کی کی ہے ہرگز اسکا منشا یہ نہیں ہے کہ اُن کی غیر ضروری ستایش کی جائے بلکہ تاریخ اور مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو قوم ان کے ظل حمایت میں ہوگی وہ دو باتوں میں ضرور ممتاز ہوگی۔ آزادی اور تعلیم میں اور یہی دونوں وہ چیزیں ہیں جو اس زمانہ کی دولت و حشمت اور ہمہ نعمت کی کنجی ہے

دوسری خوبی جو انگریزی گورنمنٹ میں ہے وہ یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں کے دینے کے واسطے طلب کرنے کی منتظر نہیں رہتی ہے بلکہ جہاں پر قدم رکہا اور ابواب تعلیم و ابستہ کیئے گئے اور اُس کے حاصل کرنے کے واسطے طرح طرح سے ترغیب دینا شروع کی۔ آزادی کا

چھوڑ کر تباہ ہونے دیا جاوے۔ پس تمام اہل دول اور امرا کا ایک یہ بھی کام ہے کہ وہ تمام اپنے متوسلین یا اُن لوگوں پر جو اُن کے دست نگر یا دوست ہیں ایسا مناسب دباؤ ڈالیں کہ وہ لوگ اپنی اولاد کو چار و ناچار تعلیم دلانے پر مجبور ہوں۔

ایک لفٹنٹ گورنر کی رائے

حال ہیں مجھسے ایک لفٹنٹ گورنر نے بیان کیا "مسلمانوں میں تعلیم کی طرف سے عدم توجہ کا یہ بھی سبب ہے کہ وہ مسلمان جو صاحب حکومت ہیں مثلاً ڈپٹی کلکٹر وغیرہ اپنے ہم مذہبوں میں تعلیم کی ترغیب دلانے کے واسطے اپنے جائز رعب و داب کو بھی عمل میں نہیں لاتے حالانکہ میں ہندوؤں میں ایسا پاتا ہوں۔"

کل مسلمان قابل مواخذہ ہیں

سچ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی کل ہی خراب ہو رہی ہے نہ کہ اُسکا کوئی خاص پرزہ اور اسوجہ سے یہ پوری غلطی ہے کہ اگر الزام ایک فرقہ پر لگایا جائے اور دوسرا گروہ مستثنا کیا جائے بلکہ مسلمانوں کا ہر ایک فرد قابل مواخذہ اور لائق بازپرس ہے اور اُسکا درمان صرف یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کو بجائے اس کے کہ وہ دوسرے پر الزام عائد کر کے اپنے آپ کو سبکدوش کرنے کی فکر کرے یہ کرنا چاہیے کہ خود اُن کاموں کے کرنے پر آمادہ ہو جائے جو اُن کے کرنے کے ہیں اور نتیجہ کو خدائے تعالےٰ و تقدس کے اوپر چھوڑ دیں۔

نئے اسکول اور کالج

اگرچہ وہ جوش اور توجہ جو اسوقت بعض بعض قطعات ہند میں نئے اسکول یا کالجوں کے قائم کرنے میں ظاہر کیا جاتا ہے کسی قدر اطمینان بخش ہے لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ آیا سرمایوں کو عمارت میں صرف کرنا زیادہ مناسب ہے یا موجودہ گورنمنٹ اور پرایوٹ اسکولوں میں تعلیم دلانے کے واسطے وظائف اور اسکالرشپوں میں تقسیم کرنا۔ اگرچہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ کوئی کام اس سے بہتر نہیں ہے کہ قوم اپنی تعلیم اپنے ہاتھ میں لے اور اسقدر کالج اور اسکول قائم کرے جو اُس کی ضرورت کے واسطے بہمہ طور کافی ہوں لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ گو کوئی اسکول یا کالج قائم ہو جائے مگر جو جماعت مسلمانوں کی کہ تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ ہے اُس میں کثرت سے وہ لوگ ہیں جو استطاعت نہیں رکھتے اور اسوجہ سے بعد ازاں کہ کوئی عمارت

پورا کر دیں گے۔ اور پھر تو امام مہدی کے باورچیخانے سے پکی پکائی کھانوں کے خوان گھر گھر
پہنچ جایا کریں گے۔

ذہب اور
نیا کی شکایت

اگرچہ تعلیم یافتہ یا آسودہ اشخاص پر علما کا رعب و داب روز بروز بہت کم ہوتا جاتا ہے
لیکن تاہم اگر یہ حضرات چشم بصیرت رکھتے ہوتے تو انکی ترغیب سے اب بھی مسلمانوں کا گروہ
کثیر تعلیم انگریزی کی طرف میلان سریع کر سکتا تھا۔ ہمارے اغنیا و صاحبان ثروت بھی اُسی
طرح پر بلکہ اُس سے زائد قابل الزام ہیں جس طرح پر کہ ہمارے علمار دین۔ کیونکہ اگر چند اشخاص
بلکہ بہت ہی جزوی اشخاص کو مستثنے کر دیا جائے تو یہ صحیح طور سے کہا جا سکتا ہے کہ تمام
صاحبان ثروت نے اس فرض سے غفلت کی ہے جو خدائے تعالے نے اُنپر مقرر کیا تھا
یعنے اُنھوں نے اُن طالب علموں کے واسطے مدد دینے کا کافی انتظام نہیں کیا ہے جو
اپنے آپ بوجہ ناداری اور افلاس کے تعلیم نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ بے شک یہ صحیح طور
سے کہا جا سکتا ہے کہ اتنی مخلوق کا پورا ڈالنا صرف خدا ہی کا کام ہے مگر تاہم ایسے کہنے
والے نے اپنے مقدور بھر جو کچھ اس بارہ میں امداد کی ہے اُسکا اندازہ کر کے بتانا چاہیئے
کہ وہ اُس کے دوسرے مصارف کے مقابلہ میں جو ضروریات میں نہیں بلکہ فضولیات
میں کیئے گئے ہیں کیا نسبت رکھتے ہیں۔

کی
بے پروائی

علاوہ بریں میں خود اُن لوگوں میں ہوں جن کی رائے میں عدم تعلیم صرف بوجہ عدم استطاعت
کے مسلمانوں میں نہیں ہے بلکہ لکھوکھا مسلمان ایسے ہیں کہ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے
واسطے کافی آمدنی یا سرمایہ رکھتے ہیں مگر تعلیم کی طرف سے محض بے پرواہیں۔ اگرچہ ایسے
کوتہ اندیش اشخاص کا اصلی مصلح صرف زمانہ ہے یعنی اُن کے افعال جب کہ ایسا بار مصیبت
اُنپر ڈالیں گے کہ جس کی وہ برداشت نہ کر سکتے ہوں گے تو خود بخود وہی کرنے پر آمادہ ہونگے
جسکو اب سمجھائے نہیں سمجھتے مگر خوف تو یہ ہے کہ وہ سمجھنا اُسوقت ہوگا کہ مرض لاعلاج ہوگیا
ہوگا۔ اسوجہ سے حمیت دینی اور ہمدردی انسانی اس کی مقتضی نہیں ہے کہ اُنکو یوں بحال خود

تعلیم ہوسکتی ہو۔ ڈاکٹری۔ انجینیری۔ وکالت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے ہی کالج قائم کرسکتے ہیں اور
اُن مسلمانوں کو جو اُن کے اسکولوں یا کالجوں میں تعلیم پانا چاہیں۔ فری یعنی بلا اخذ فیس تعلیم دلا
سکتے ہیں۔ بلکہ اپنی اپنی قلمرو کے مسلمانوں کو مجبور یا نیم مجبور کرسکتے ہیں۔ علاوہ ازین دوسرے
اقطاع ہند یعنی پنجاب اضلاع شمال ومغرب بمبئی وغیرہ وغیرہ کے مسلمانوں کو اسکالرشپ
اور وظایف سے امداد کرکے ترغیب تعلیم دلاسکتے ہیں۔ پس ہم اپنے والیان ملک دام اللہ
ملکہم اور اُن کے وزرا زاد اللہ اقبالہم سے اس طرف توجہ مبذول فرمانے کے واسطے
اگر کچھ عرض کرتے ہیں تو بیجا نہیں ہے۔

اسکالرشپ

والیان ملک کے سوا ہر ہر ضلع کے اہل مقدور بقدر اپنی قدرت کے ایک ایک روپیہ
سے لیکر ہزار ہزار یا دس بیس ہزار کا چندہ دیکر اپنے ضلع کے طالب علموں کے واسطے اسکالرشپ
کا بندوبست بآسانی کرسکتے ہیں۔ ایسی کارروائیاں شروع کرنے کے واسطے یہ امر لازمی نہیں
ہے کہ ایک ساتھ اسقدر سرمایہ بہم پہنچالیں کہ اُن کے ضلع کے کل نادار اور مفلس طالب علموں
کے واسطے کافی ہو بلکہ اگر صرف ایک ہی طالب علم کی امداد کے بقدر سرمایہ جمع ہو سکے تو اُسیپر
ہی کام شروع کردینا چاہیئے۔ ہاں یہ امر زیادہ تر مضبوط ہوگا کہ اصل سرمایہ پرامیسری نوٹ
یا اور کسی جائداد میں صرف کردیا جائے کہ جس کی آمدنی سے دائمی وظائف اور اسکالرشپ کا
کام جاری رہ سکے۔

مستطیع الدین

بے استطاعت طالب علموں کی امداد سے زیادہ یہ امر مفید ہوگا کہ اہل استطاعت والدین
کو اولاد کی تعلیم کی طرف راغب کیا جائے جسکا علاج سب سے بہتر یہ ہے کہ ہر ہر صوبہ میں ایک
ایک کمیٹی اس غرض سے قائم کرلی جائے کہ وہ اپنے سرمایہ سے ایک ایسا اخبار یا رسالہ ماہواری
یا سہ ماہی جاری کرے۔ جو دیہات۔ قصبات۔ اور شہروں میں اُن لوگوں کو مفت بھیجا جائے
جو ہر طرح سے صاحب مقدور ہیں مگر تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتے کیونکہ اب تک کثرت سے
ایسے مسلمان ہیں جو اخبار کو خرید کر نہیں پڑھتے ہیں اور اسوجہ سے وہ تعلیم کی خوبی یا ضرورت سے

بنائی جاسے تاہم وظائف اور اسکالرشپوں کی ضرورت باقی رہتی ہے اور جو عدم توجہ آسودہ مسلمانوں کو تعلیم کی طرف سے ہے اُس سے ہرگز توقع نہیں کیجا سکتی کہ وہ اسقدر سرمایہ مہیا کرسکیں جو کہ عمارت اور وظائف دونوں کے واسطے کافی ہوسکے اور جبکہ مسلمانوں کی بے علمی اور دیگر اقوام کی تیز رفتاری طریق علم میں دیکھی جاتی ہے تو اُسوقت یہ بات لازمی سمجھی جاتی ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو سب سے زیادہ جلد نتیجہ بخش ہو اور وہ طریقہ یہی ہے کہ بالفعل سرمایہ کو بجائے عمارت میں صرف کرنے کے شوقین اور کم استطاعت پڑہنے والے کو بذریعہ وظائف مدد دینے میں خرچ کیا جاسے یا اگر کسی مقام پر لوکل حالت کے اعتبار سے کسی مدرسہ کا قائم کرنا ضروری ثابت ہو تو یا تو کرایہ کے مکان میں کام شروع کرنا چاہیئے یا نہایت کفایت سے عمارت کا کام کرنا مناسب ہے،

وقارالدولہ کی اسکیم

گورنمنٹ اسکولوں سے عدم توجہی (اس باعث سے کہ انہیں مذہبی تعلیم نہیں ہوتی ہے) قابل علاج ہے یعنی مسلمان اس اسکیم کو توسیع دیسکتے ہیں جو حال میں وقارالدولہ نواب مشتاق حسین رئیس امروہہ کی تجویز پر گورنمنٹ ممالک مغربی وشمالی سے اپنی چٹھی موسومہ ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم مورخہ ۶ جولائی ۱۸۹۵ء ظاہر کی ہے۔ یا آنکہ مدرستہ العلوم واقع علی گڈہ یا اور اس قسم کے اسکولوں میں۔ جو کراچی۔ لاہور۔ اٹاوہ۔ جبلپور۔ بمبئی۔ وغیرہ میں قائم ہوچکے ہیں اُنسے کام لیا جائے۔ غرضکہ جو دقتیں بیس برس اول تہیں وہ اب باقی نہیں رہی ہیں۔ البتہ جس چیز کی اب ضرورت ہے وہ عملی کام اور شوق ہے۔ والیان ریاست یا اُن کے وزرا و اُمرا و عام اہل دول کے وہ مصارف ہرگز قابل اعتراض نہیں ہیں جو اُنکو اپنے درجہ کے قائم رکھنے کے واسطے کرنے پڑتے ہیں اور نہ اُن کے اُن خرچوں پر بدتمیزی سے نکتہ چینی کی جاسکتی ہی جو نعمائے الٰہی کے برتنے اور استعمال کرنے میں وہ کرتے ہیں۔ لیکن اسقدر التجا ضرور ہے کہ اُنکو آمدنی سے بہ نسبت حالت موجودہ کے زیادہ تر تعلیمی کاموں میں لگانا چاہیئے۔ اسوقت بہت سی مسلمان ریاستیں ایسی ہیں جو اپنے ملک میں کالج بناسکتی ہیں جنمیں بی اے اور ایم اے تک

ترقی کردہ اقوام کو مسلمان کرنا

لوکل سیلف گورنمنٹ کا ہندوستانیوں کے واسطے مفید ہونا

ہم نے اوپر جبکہ یہ بحث لکھی ہے کہ اسوقت میں ہندوستان کے اندر مسلمانوں کو بجائے حکمراں ہونے کے محکوم ہوکر رہنا نہایت مفید ہے۔ اُس بحث میں ہم نے لوکل سیلف گورنمنٹ کے بیان کو دانستہ ترک کر دیا ہے۔ وجہہ یہ ہے کہ حکمرانی خواہ وہ براہ راست ہو یا بطور ریپرزینٹیٹو گورنمنٹ کی ایک ایسی چیز ہے کہ بغیر اجیٹیشن کے حاصل نہیں ہوسکتی اور چونکہ مسلمانوں کے حق میں بجائے اس اجیٹیشن کی شرکت کے اپنی قوم میں تعلیم پھیلانا زیادہ مفید ہے اسواسطے اُس کی طرف سے دانستہ بے پروائی کی گئی۔ علاوہ ازیں لوکل سیلف گورنمنٹ جس اُصول پر کہ جاری ہے وہ ایسا اُصول ہے کہ جب تک اسمیں کچھ اصلاح نہ ہو مسلمانوں کو اُس سے ہرگز فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ لوکل سیلف گورنمنٹ کی بنا الیکشن ہے اور الیکشن میں وہ قوم ہی جیت سکتی ہے جو باعتبار اپنی مقدار کے زائد ہو اسواسطے تمام وہ طریقے جن پر کہ گورنمنٹ ریپریزینٹیٹو قاعدہ پر چلا چاہے مسلمانان ہند کے واسطے ہرگز کارآمد اور مفید نہیں ہوسکتے جیسا کہ اُن نتائج سے ثابت ہوسکتا ہے جو مینوسپلیٹیوں یا ممبران کونسل ہائے لیجس لیٹیو کے انتخاب کے اوپر عملاً ثابت ہوگئے ہیں لیکن اگر مسلمان تعلیم کو اس طرح اپنے افراد میں پھیلا سکیں کہ وہ بطور ایک مادری زبان کے عام طور پر مستعمل ہوسکتی ہو تو مسلمان ایک ایسا اقتدار بہم پیدا کر سکتے ہیں کہ جس سے اُصول انتظام گورنمنٹ میں مسلمانوں کی مفید ترمیم ہونا ایک لازمی امر ہو جائیگا۔ یا اگر مسلمان اپنی تعداد کو ترقی دیسکیں تو خواہی نخواہی وہ اُصول اُن کے موافق ہو جاینگے جو اسوقت غیر مفید ہیں اور یہ کام اُسی وقت انجام پاسکتے ہیں جبکہ غیرت سے کام لیا جائے اور جوش مذہبی یا شجاعت کو مناسب طریقہ سے استعمال کیا جائے اور یہ کوشش کیجائے کہ دیگر اقوام مسلمان ہو جائیں

یہ خیال کہ کوئی مذہب جبراً یا بزور شمشیر پھیلایا جاسکتا ہے ایک غلط خیال ہے اگر مذہب اسلام بزور پھیلایا جاسکتا ہوتا تو سنہ ۶ ہجری میں صلح حدیبیہ کی ضرورت کیا تھی اور پھر جبکہ رسولخدا

محض ناواقف ہیں ایسے اخبار میں کچھ بہت صرف نہیں ہوگا۔ ڈہائی تین ہزار کا یا ں ہوا نکا لیئے میں شاید ایک ہزار روپیہ سال خرچ ہوگا مگر فائدہ عظیم ہوگا کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ معقول بات خصوصاً جبکہ بار بار کہی جائے اور اُسکا اثر نہ ہو اگر آج نہو مگر کل کو ہوگا اور کل نہ ہوا تو پرسوں کو ضرور ہوگا۔

شادیوں میں قید تعلیم

اگر ہندوستان کے مسلمان بجائے غیر ضروری رسوم کی پابندی کے یہ رسم اختیار کریں کہ اپنی لڑکیوں کی شادی سوائے اُن لڑکوں کے جو گریجویٹ ہوں یا کافی تعلیم حاصل کردہ ہوں کاہل اور نالائق لڑکوں سے نکریں تو بھی نہایت مفید رغبت حصول تعلیم کی ملک میں ہوسکتی ہے۔ غرضکہ اگر تقسیم کام کے مسئلہ پر عمل کیا جائے اور ہر ایک مسلمان جو تعلیم کی قدر جانتا ہے اپنے کرنے کے کام میں سرگرم ہوجائے تو بہت جلد یہ تاریک بادل مسلمانوں کی قسمت سے دور کیا جاسکتا ہے۔

انسان خود غرض ہے

یہ بات تسلیم کرلینے کے قابل ہے کہ انسان باعتبار اپنی سرشت کے اپنے اغراض کو دوسرے کے نفع سے مقدم جانتا ہے۔ لیکن اس بنا پر یہ خیال کہ ہم کو اپنے کام سے کام ہے قومی کاموں سے کیا غرض ہے۔ ایک غلط خیال ہے۔ کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو قومی خدمت بھی ایک خودغرضی کا شعبہ ہے اور وہ لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں جو قومی فائدہ کو اُس قوم کے ہر ایک متنفس کے واسطے موجب فائدہ اور اُس کے نقصان میں ہر ایک اُس کے افراد کو شریک نہیں جانتے جو قوم سر آور دہ ہوجاتی ہے اُسکے ہر ایک فرد کی قدر اُس مقدار سے زیادہ ہوجاتی جو اس قوم کے سر آوردہ ہونے میں اُس فرد کے ہوتی۔ کیا کوئی یہ کہ سکتا ہے کہ انگریزوں میں کوئی احمق نہیں ہے یا ہندوستانیوں میں کوئی عقلمند نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ چونکہ انگریزوں کی قوم عموماً ذی علم اور ذی اثر ہے اسواسطے اُسکا ہر ایک فرد بھی خواہ وہ احمق اور نالائق کیوں نہو سب کی نظروں میں لائق اور فائق نظر آتا ہے اسکے خلاف حال ہندوستانیوں کا ہے اسی خیال کو شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے دوسرے طور پر نظم کیا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں۔

چو از قومی یکے بیدانشی کرد

نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

جو فرقہ اسلام کے سرتاج تو ہیں مگر سب سے زیادہ غافل اور محدود الخیال ہیں یعنی علما مذہب

مصنف کی پرانی رائے

بیشک علما کی حالت بہت کچھ مایوس کن ہے لیکن ہر ایک بنی آدم کا کام چونکہ کوشش کرنیکا ہے نہ کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کا اسواسطے میں اپنی اُس رائے کو دوبارہ پیش کرتا ہوں جو ۱۸۹۰ء میں ایجوکیشنل کانفرنس کے ضمیمہ کے ساتھ چھاپی گئی تھی اور جسکو اس رسالہ کے ساتھ بھی بطور ضمیمہ کے چھاپتا ہوں اگرچہ اُس سال سے اس سال تک حالات میں کچھ کچھ تغیر ہو گیا ہے مگر تاہم وہ تحریک اب تک توجہ کے لائق ہے۔

ندوۃ العلما اور دار العلوم

منجملہ تغیرات کے ایک تبدیلی یہ ہوئی کہ دو سال سے ایسی کارروائی شروع ہوئی ہے جس سے علما اپنی حالت میں ترقی کرنا چاہتے معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک مجلس از نام ندوۃ العلما قائم کی گئی ہے اور ایک دار العلوم کی تحریک پیش ہے (ملاحظہ کرو اودہ اخبار مطبوعہ ۹-۱۰-۱۱- اکتوبر ۱۸۹۵ء) بیشک نہایت خوشی کی بات ہے کہ ان تحریکوں کے بانی اس باب میں کامیابی حاصل کریں اور وہ گروہ علما کو اس لائق بنا دیں جو دین اسلام کو بذریعہ وعظ و نصائح دیگر قوموں میں پھیلا سکیں لیکن جو کارروائی کہ اب تک ہوئی ہے اُس کے دیکھنے سے بہت شک معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات کامیاب ہوں گے۔ کیونکہ جہاں تک دیکھا گیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علما علوم دین کے ساتھ ہی انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی طرف راغب نہیں ہیں حالانکہ بغیر اس کے کہ انگریزی میں بھی ہائی ایجوکیشن جب تک وہ حاصل نہیں کریں گے اُنکو مذہب اسلام کی اشاعت کے واسطے کافی قابلیت حاصل نہیں ہوگی۔ اسوجہ سے کہ جو فلسفہ جدید کہ مغربی زبانوں میں ہے وہ مشرقی کسی زبان میں نہیں ہے۔ پس جب تک کہ ہمارے علما اصل حال سے واقف نہ ہوں گے اُسوقت تک اُن اعتراضات کے جوابوں کو کب سمجھ سکیں گے جو اس کی بنا پر مذہب پر عائد ہو سکتے ہیں۔ علاوہ بریں اُن اقوام کے جلسوں میں جو مشرقی زبانوں سے ناواقف ہیں بغیر زبانوں کے حاصل ہوئے کام کیونکر چلیگا۔

علما کا رفتہ رفتہ سمجھ جانا تشفی بخش نہیں ہے

یہ خیال کہ رفتہ رفتہ علما سمجھنے لگیں گے ہرگز تشفی بخش نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کیحالت

سنہ ۸ ہجری میں مکہ پر قبضہ کرنا چاہا تو ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا کہ جس سے جدال و قتال نہ ہو حالانکہ اسوقت مسلمان بمقابلہ اپنے مخالفوں کے ایسے قوی تھے کہ اگر چاہتے تو ہر ایک منکر کی گردن اڑا سکتے تھے۔ اور مذہب اسلام پر ہی کیا موقوف ہے کوئی مذہب یا عقیدہ ایسا نہیں ہے کہ وہ بزور پھیلایا جا سکے ایرانیوں نے ہرچند چاہا کہ اُن کے ملک میں عیسائی مذہب نہ پھیل سکے یا اپنی عیسائی رعیت کو پھر آتش پرست کریں مگر اُسمیں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ ناخوشی اور شورش اور زیادہ پھیل گئی۔ اندلس جب مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلا تو عیسائیوں نے سخت ظلم اور تعدی اسواسطے کیا کہ وہاں کے مسلمان عیسائی مذہب اختیار کریں مگر اُنہوں نے ترک وطن کیا اور اس ذلت کو پسند نہیں کیا۔ پس مسلمانوں کو بھی اپنے جوش مذہبی کو اُس طریقہ میں صرف کرنا چاہیئے جو کہ منزل رساں ہوا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ بذریعہ وعظ و نصائح کے مذہب اسلام کی ترویج کی جاوے اور یہ ایسا طریقہ ہے کہ مذہب اسلام اور مسلمانوں کو پھر ایسا بلند کر سکتا ہے کہ جتنی بلندی پر اس سے اول کبھی نہیں پہنچے تھے۔

اشاعت مذہب کا قاعدہ

اگر مذہب کے رواج پانے پر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ خواہ کسی مذہب میں قانون قدرت و نیچر کے خلاف یا سائنس کے غیر مطابق تعلیمات کیوں نہو (جس طرح پر کہ عیسائی مذہب کا یہ عقیدہ کہ کل کے واسطے کچھ جمع نکرو۔ یا ایک گال پر تھپڑ مارنے والے کے واسطے دوسرا گال بھی پیش کر دو یا توحید فی تثلیث کا عجیب و غریب اعتقاد) وہ اس کی اشاعت میں مانع نہیں ہو سکتیں صرف ضرورت اسبات کی ہے کہ مذہب کو اولاد آدم کے روبرو بار بار پیش کرنا چاہیئے۔ علی الخصوص جبکہ مذہب اسلام پر غور کیا جائے تو وہ بہت ہی آسانی سے قبول ہو جانے والا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ اس سنجیدہ اصول پر مبنی ہے (یعنی تعلیم توحید ذات باری پر) جسکی تائید اُسیقدر زائد ہوتی جاتی ہے جسقدر کہ تعلیم کو ترقی ہوتی جاتی ہے۔ پس اُس کی اشاعت میں اُس کوشش سے بہت کم کوشش کی ضرورت ہے جو مذہب عیسوی کے پھیلانے میں کی گئی ہے یا کی جا رہی ہے لیکن تردد کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ یہ کام اُن لوگوں کے کرنیکا ہے

کہ یہ لوگ ضرور مسلمان اور قابل عزت ہیں۔ اگرچہ جبکہ عبد اللہ کوئلم صاحب قسطنطنیہ بلائے گئے تھے اور مولانا السلطان کی طرف سے مورد عنایات شاہانہ ہوئے تو اسباب کے یقین کرنیکے اسباب موجود ہوگئے تھے کہ انکی کارروائی کو سچا تسلیم کیا جائے۔ لیکن اس سال میں شاہزادہ نصراللہ خاں کی تقریب پیشوائی وغیرہ میں اُن کی شرکت اور شاہزادہ موصوف کی طرف سے ہدیہ دیے اور التفات کیے جانے سے ان حضرات کی حالت پر اطمینان کیا جاسکتا ہے۔

میرے نزدیک کوئی فتح اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی کہ یورپ خصوصاً انگلنڈ میں ہم دین اسلام کے پھیلانے میں کامیاب ہوسکیں۔ اور یہ بات اگرچہ اول ہی کچھ ایسی مشکل نہ تھی لیکن عبد اللہ کوئلم صاحب کے پیدا ہو جانے سے اور بھی سہل کام ہوگیا ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ اگر ان مسلمانوں کی مدد کیجائے تو یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مصداق اگر ہم نہیں تو ہماری اولاد ضرور ان آنکھوں سے دیکھ سکے گی۔ اور اُس کوشش سے جو ہندوستان کے علما کو جدید تعلیم دینے کے واسطے کیجائے عبد اللہ کوئلم صاحب کو مدد دینا زیادہ تر مفید اور کارآمد ہوگا۔

عبد اللہ صاحب کوئلم کی امداد

جو امداد اُنکو دیجا سکتی ہے یا جس کی اُنکو حاجت ہوگی وہ صرف روپیہ ہے اور دوسری جس چیز کی ضرورت ہے وہ اُس روپیہ کی فراہمی اور اُس کے صرف کی نگرانی کا کام ہے جو بطرز احسن ہونا چاہیئے۔ اگرچہ ہندوستان سے اب بھی اُن بزرگوں یعنی مسٹر عبد اللہ کوئلم اور اُن کی پارٹی کو امداد دیجاتی ہے مگر ایسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اور قلیل رقموں سے غالباً کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا اور نہ وہ لوگ اُس پر بھروسہ کرسکتے ہوں گے۔ اسواسطے اس کام کے انجام دینے کے واسطے تمام ہندوستان کے ہر ہر صوبہ میں ایک ایک ایسی کمیٹی بنی چاہیئے جو تحصیل زر کیا کرے اور اُسکو ولایت کو روانہ کیا کرے اور اُسکا حساب وہاں سے منگا کر یہاں پر مشتہر کیا کرے اور یہ ایسا سہل کام ہے کہ جسمیں کچھ پیچیدگی نہیں ہے اور نہ اسکام کے واسطے بہت فرصت کی ضرورت ہے اور اس طریقہ سے روپیہ دینے والوں کو بھی اطمینان ہوگا اور اُن لوگوں کو بھی بھروسہ ہوگا جنکو روپیہ دیا جائیگا اور کام بھی باقاعدہ چلیگا۔

ہک صاحب خراش مریض کی سی ہے جسکو فوراً طبیب حاذق کی ضرورت ہے پس اُسکی زندگی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے جبکہ یہ کہا جائے کہ اُس کے علاج کی غرض سے ایک طالب علم طب سیکھنے کے واسطے مدرسہ میں داخل کیا گیا ہے۔ دوسرا جو اختلاف اس سنئے اسکیم سے ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے اولوالعزمانہ طریقہ سے اپنے کام کو شروع کرنا چاہتی ہے۔ جو اگرچہ اُس انسٹیٹیوشن کے واسطے موزوں تو ہے مگر زمانہ کے لحاظ سے کسی قدر غیر ضروری بیشک ہی اگر ہم ایسے طالب علموں کو فراہم کرنا چاہیں جنہوں نے بیس یا بائیس کی عمر کے اندر علوم دینی کی تکمیل کرلی ہو تو ہم اُسمیں کامیاب ہوسکتے ہیں اور پھر اُنکا اسکالرشپ دیکر انگریزی تعلیم دلانا شروع کردیں تو آپ دیکھے دس برس کے اندر ایک گروہ ایسا موجود ہوجائیگا جو کام کے شروع کرنے کے واسطے ہر طرح قابل ہوگا۔

پس جبکہ ہم سہل الاصول اور جلد تر علما کو زمانے کے کام کے لائق بنا سکتے ہیں تو اُس سرمایہ کو جو اس غرض سے فراہم کیا جائے کسی مدرسہ یا کالج کی عمارت میں صرف کرنا صاف غیر ضروری ہے۔ ہاں ایک عمارت کی بیشک ضرورت ہوگی یعنی ایک بورڈنگ ہوس کی جسمیں یہ طالب علم رہ سکیں اور غالباً اسکے واسطے بہت تھوڑا سرمایہ کافی ہوگا یعنی دس ہزار روپیہ اور یہ بات بھی البتہ قابل غور ہوگی کہ یہ طالب علم کہاں پر رکھے جائیں۔ یعنی کونسا شہر انکا سنٹر قرار دیا جاوے۔ لیکن یہ ایک ایسی بحث ہے جسکو اُس کے ممبر دیگر اشخاص کی رایوں پر غور کرکے بہت جلد طے کرسکتے ہیں۔

لیورپول کے مسلمان

دوسری تبدیلی جو ۱۸۹۰ء کے بعد ہوئی ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی ہے اور کچھ عجب نہیں کہ مسلمانوں کے دن بہلے آگئے ہوں یعنی لورپول میں مسٹر عبداللہ کیولم اور اُنکی پارٹی کا مشرف اسلام ہونا سبب سے اول جبکہ ان کے اسلام کی خبریں شائع ہوئیں تو گو کچھ تعجب خیز نہ تھیں مگر اس کی حقیقت پر غور کرنے کے واسطے کچھ برسوں اور تجربے کی ضرورت تھی جس کی نسبت میرا خیال یہ ہے کہ اب حقیقت حال مخفی نہیں رہا ہے اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے

بمناسب وقت کوشش کرنا اعلیٰ درجہ کی انسانی ہمدردی اور انتظام عالم کا ایک اہم
سوال ہے۔

وصول چندہ بہ استقلال

اس حصہ سویم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ بہت قسم کے چندوں کے وصول کی ضرورت
ہے پس ناظرین کو اس سے بیدل نہ ہونا چاہیئے کہ اسقدر چندے کہاں سے جمع ہوں گے۔
اس کے سمجھنے کے واسطے یہ جان لینا چاہیئے کہ جسطرح موجودات دنیا کے اجسام میں سے
بعض اجسام کو بعض کے ساتھ جذب کی خاصیت ہوتی ہے اور بعض بعض سے متنفر ہوتے
ہیں۔ مثلاً پانی میں شکر گھل جاتی ہے مگر پارہ میں شکر نہیں گھلتی لیکن رانگ یا سیسہ وغیرہ
پارہ میں گھلجاتے ہیں اور پانی میں نہیں گھلتے۔ یہی حال امزجہ انسانی کا ہے کہ ہر ایک مزاج
میں کسی خاص کام کی طرف میلان ہوتا ہے اور کسی خاص طرف سے نفرت یا عدم میلان یہی
وجہ ہے کہ ہر ایک قسم کی تحریک کرنے والے کو (خواہ وہ بظاہر کیسے ہی عجیب کیوں نہو) کچھ
نہ کچھ ساتھی ملجاتے ہیں اور ہر ایک تحریک کے واسطے خواہ وہ بظاہر کیسی ہی معقول کیوں نہو
نکتہ چیں بھی ضرور پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسانی اس خصلت کو پیش نظر کرکے یہ یقین کر لینا چاہیئے
کہ ہر ایک قسم کے چندہ دینے والے اشخاص بکثرت میسر آسکیں گے گو کہ بعض لوگ اسکو ناپسند
ہی کیوں نہ کرتے ہوں اور ایک کام میں شرکت سے انکار کریں مگر دوسرے کام میں شریک
ہو جائینگے۔ اب کام کرنے والوں کو بھی یہ کرنا چاہیئے کہ وہ ایک قسم کا کام اپنے ذمہ اُٹھالیں
یعنی بعض کو غریب مسلمانوں کے بچوں کے واسطے اسکالرشپوں کے لئے چندہ جمع کرنیکا بعض
کو اہل مقدور مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے واسطے رسالہ جاری کرنے کا۔ بعض کو ہندوستان
کے علما کو اس زمانے کی ضروریات کے موافق تعلیم دلانے کے واسطے سرمایہ جمع کرنے کا اور
اور بعض کو یورپ میں مذہب اسلام پھیلانے کے واسطے روپیہ فراہم کرنے کا۔ تجربہ سے یہ
بات ثابت ہوئی ہے کہ کوئی شخص کسی کام کو صرف اُسوقت باحسن طریق انجام دیسکتا ہے جبکہ
اُسکا ہو رہے کبھی ایک اور کبھی دوسرے کام میں پڑتے پھرنے سے ہر ایک کام ادھورا

ہندوستانیوں کے
اندر للّٰہیت
کا نہ ہونا

افسوس یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے کام میں بڑا عیب یہ ہے کہ اُن کے مزاجوں میں
للّٰہیت باقی نہیں رہی ہے اسوجہ سے ہم لوگ ہر ایک کام میں ذاتی اغراض کو ایسے بیڈھنگے
طور سے داخل کر دیتے ہیں جس کے سبب سے ملکر کام کرنے کا ڈھنگ نہیں آنے پاتا اور ہم
لوگ اپنی پست ہمتوں کے سبب سے حقیر سے حقیر کاموں کو موجب نام آوری اور معراج عزت سمجھنے
لگتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو کام شروع ہوتا ہے بجائے اسکے کہ اُسکو قوت دیجائے صدہا چھوٹی
چھوٹی انجمنیں یا گروہ بنانے پر خیال رجوع ہو جاتا ہے یا اُنکا کام کرنے والوں پر فضول اور لاحاصل
اعتراضات کرکے اپنے دل کے بخارات نکالے جاتے ہیں جسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ کسی کام میں
کامیابی نہیں ہوتی۔ پس اشراف قوم کو ان تمام باتوں سے شرمانا چاہیئے۔

اور نہایت باقاعدہ کمیٹیاں امداد رسانی مسٹر عبداللہ کوئیلم کے واسطے قائم کرنا چاہیئیں اور جو
کمیٹیاں بنائی جاویں اُن میں لائف عہدوں کی پالیسی کو موقوف کردینا چاہیئے یعنی نہ سکرٹری
نہ پریسیڈنٹ یا وایس پریسیڈنٹ کوئی تمام عمر کے واسطے نامزد نہ کیا جائے اور پریسیڈنٹ ہر ایک
جلسہ کے حاضرین میں سے چن لیا جایا کرے اور وہی موجودہ ممبروں میں سے سب سے اول
نمبر والا سیکرٹری پانچ پانچ سال کے واسطے انتخاب کیا جائے البتہ ممبر ہر ایک لائف ممبر
ہو اور کمیٹیوں کو حسب منشاء قانون رجسٹری ہونا چاہیئے غرض کہ کام کو پختہ کرنے کے واسطے کوئی
بات اُٹھا نہ رکھی جاوے۔

[illegible] قابل غور

مذہب کی اشاعت کا مسئلہ صرف دینداروں کی ہی واسطے لائق
دلچسپی نہیں ہے بلکہ اُن دنیاداروں کی بھی توجہ کا مستحق ہے جو انتظام دنیا و
تدابیر ملکی کے ساتھ اُنس رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایک شخص کو دوسرے شخص کیطرف
سے بغض و نفرت دلانے میں اختلاف مذہب سے زیادہ مؤثر کوئی شے
ثابت نہیں ہوئی ہے۔ پس دنیا کا ایک دین ہو جانے کے واسطے جائز اور

ہر ہر صوبہ میں جداجدا کمیٹیاں قائم کیجانیکی وجہ

میں نے اوپر یہ بھی بیان کیا کہ مسٹر عبداللہ کو علم اور انکی پارٹی کی امداد کے واسطے ہر ایک صوبہ میں ایک ایک کمیٹی قائم ہو۔ اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ تمام ہندوستان کے اندر ایک ہی کمیٹی کی تحت ایک کیوں نہیں کی گئی۔ اسکا سبب یہ ہے کہ بجائے ایک کے چند کمیٹیوں کے قائم ہونے سے ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ ایک کمیٹی دوسری کمیٹی کے حالات کو جانچ سکی گی اور اس مقابلہ میں ہر ایک کمیٹی کو فائدہ ہوگا۔ اگر ایک میں نقص ہوگا تو دوسری کو دیکھکر وہ رفع ہوجائیگا۔ دوم دور دراز سفر کر کے ممبروں کا ہمیشہ جمع ہوتے رہنا خصوصاً جبکہ ایک دن کیواسطے یہ کمیٹیاں نہیں ہیں بلکہ سالہا سال تک جاری رکھنا پڑیگا تو ان کو ایسی قیود سے پاک رکھنا چاہیئے جو ناممکن العمل ہوں۔

علاوہ ازیں ابھی تک مسلمانوں میں ایسا سلیقہ یا اعتبار ثابت نہیں ہوا ہے کہ انپر کاموں کو قابل اطمینان طور پر انجام دے سکنے کا بھروسہ کامل طور پر کیا جا سکے۔ پس اگر کوئی کمیٹی اپنے کام کو خراب کر دے گی تو دوسری کمیٹیوں پر اسکا ضرر عائد نہیں ہوگا۔ ہاں اسکا مضائقہ نہیں ہی بلکہ مناسب ہوگا کہ دس دس یا پانچ پانچ برس کے بعد ان کل کمیٹیوں کے قائم مقام کسی ایک جگہ پر جمع ہو کر ایک دوسرے کے کاموں پر رائے زنی یا مشورہ کر سکیں۔

اگر مسلمانان ہند تمام کاموں کو ملتوی کر کے صرف یورپ۔ امریکہ۔ اور آسٹریلیا ملکوں میں اشاعت دین محمدی کی کوشش پر آمادہ ہو جائیں اور اسکا انتظام بھی سلیقہ اور انسانیت سے کریں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے فرض کو باحسن طریق انجام دے رہے ہیں اور اسلام کی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔

آخر میں جو فقرے قابل درج ہیں وہ یہ ہیں کہ زمانہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا اور اب بھی جوش مذہبی ویسا ہی مفید ہے جیسا کہ تھا لیکن خرابی جو ہے وہ یہ ہے کہ جوش مذہبی کا استعمال اس زمانہ میں بے محل ہو رہا ہے جس کی وجہ سے بجائے نفع کے ضرر پہنچ رہا ہے اور پہنچیگا۔ بجائے دیگر فسادوں کے یا رشک و حسد کے جوش مذہبی کو امن و امان کے وسائل کو مد

رہتا ہے جسکا لحاظ رکھنا ضرور ہے

جو جو صاحب چندہ جمع کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں اُنکو چاہیئے کہ زیادہ اشخاص سے تھوڑا تھوڑا چندہ مانگنے کی طرف اپنی نیتوں کو مائل کریں۔ کسواسطے کہ تھوڑے اشخاص پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے اُن کے گھبرا جانے کا خوف ہے۔

بہت سے لوگوں سے تھوڑا چندہ لینا

ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ عیب ہے کہ وہ ذاتی اغراض اور نام آوری کو ہر ایک کام میں مقدم کر لیتے ہیں۔ اصل حال یہ ہے یہ کہنا کہ کسی کو اپنی نام آوری کی پروا نہیں کرنا چاہیئے یہ ایک سرسری خیال یا خلاف فطرت نصیحت ہوگی بلکہ خدائے تعالےٰ حکیم مطلق نے جسقدر قوتیں انسان کو عطا فرمائی ہیں اگر اُن میں سے ہر ایک سے اُس کے موقع پر کام لیا جائے تو ہر ایک قوت ایک نعمت سمجھی جانے کی مستحق ہے۔ مثلاً حرص۔ گو بظاہر ایک معیوب خصلت ہے اور بہت سے حالات میں انسان کو مضر کاموں کی طرف راغب کرتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو حرص بھی ایسی قوت ہے جو انسان کو درجۂ اعلیٰ کی طرف کھینچتی ہے [illegible] ہر ایک اُس کام کرنے کی طرف مائل کرتی ہے جسکو دوسرے نے کیا ہو۔ پس شوق نام آوری بھی [illegible] قابل اعتراض نہیں ہو سکتا بشرطیکہ وہ عاقلانہ استعمال ہو۔ اور کوئی کام ایسا کیا جائے جسکا نتیجہ تحسین اور آفریں کے لائق ہو لیکن کسی کام کے واسطے دس روپیہ فراہم کر لینے کو ہی نام آوری کیواسطے کافی سمجھ لیا جائے تو یہ پست ہمتی ہے نہ کہ موجب تفاخر۔ یا شوق نام آوری اگر دوسرے نام آوروں کے کاموں کو خراب کرنے کے ذریعہ سے پورا کیا جائے تو وہ بھی بجائے مفید ہونے کے مضر ہے۔ پس اگر مسلمان کام کرنا چاہتے ہیں اور نام آوری کا شوق ہے تو اُنکو اپنی ہمت بلند رکھنی چاہیئے اور اس طرح کے کام کرکے نام آوری حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے کہ مخلوق الٰہی کے حق میں فائدہ رساں ہوں اور اُن کے دل میں اُنکی عزت و شان خود بخود جاگزین ہو جائے ورنہ اپنے دل میں اپنے آپ کو نام آور سمجھ لینا ایک مضر خصلت اور حماقت سے زیادہ اور کوئی شے نہیں ہے۔

نام آوری کی خواہش کا فطرت انسانی میں داخل ہونا۔

ترقی کر رہے ہیں۔ خ یدجس طرح علوم دینی سے نا واقف محض یا قریب نا واقف کے ہے اُسی طرح
عمر جو ایک فقیہ یا محدث تو ہے مگر علوم دنیوی سے بالکل نا واقف ہے۔ پس جسوقت میں کہ ہمکو ایک
دل ہو جانے کی ضرورت ہی یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان دو گروہ ہوئے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو دین
کی بہت کم پروا کرتا ہے اور دوسرا وہ جو دنیا اور اہل دنیا کو بُرا کہتا ہے مگر خود اسی دنیا میں بُری
طرح مبتلا ہے

میرا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ کل افراد ایسے ہو سکتے ہیں جو علوم دینی اور دنیوی سے واقفیت
تامہ رکھتے ہوں۔ میں اسکو محال جانتا ہوں مگر ایسا گروہ ضرور پیدا ہو سکتا ہے کہ جو علمائے دینی اُو
دنیوی کے سلسلہ کے ملا دینے کو کڑے کا کام دے اور اس کڑے کے سبب سے جو جدائی کہ
دونوں گروہوں میں ہے وہ مبدل باتحاد ہو جائیگی

یہ گروہ علماء علوم دنیوی کو بتا اور سمجھا سکیگا کہ بغیر مذہب کی عزت کئے اور بغیر مذہب کی ضروری
پابندی کے کوئی سوسیٹی اور گروہ نہ بن سکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ وہ خوشی اور
ترقی جو متحدہ سوسیٹی کی حالت میں ہر فرد کو ہوتی ہے اُنکو حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ گروہ علماء دین
کو سمجھا سکیگا کہ دنیا کے وہی معنی قرار دیکر اہل دنیا سے نفرت نہیں کرنا چاہیئے۔ گروہ اہل دنیا
و اہل ثروت اسلام کا نہایت ضروری رکن ہے۔ غرض کہ یہ گروہ دونوں کی نفرتوں کو کم کریگا
اور انمیں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کریگا۔

اے صاحبو میرے نزدیک مذہب اسلام کی حقانیت بمقابلہ کل دوسرے معلوم
مذہبوں کے زیادہ تر ثابت ہی اور چونکہ میں خود ایک مسلمان ہوں اور جنسے کہ میں مخاطب ہوں
وہ بھی سب مسلمان ہیں اسوجہ سے میں اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل بیان نہیں کرونگا لیکن ہر
زمانے میں ایک گروہ علماء واعظین کا ایسا ہوتا آیا ہے کہ جسنے مخالفین کے سامنے مذہب اسلام
کی سچائی کو بیان کیا ہے اور یہ گروہ جس زمانہ میں رہا اُس زمانہ کے تمام ضروری علوم سے بقدر
کفایت کے واقف تھا۔ اور اگرچہ اب بھی ایسے علما موجود ہیں جو مذہبی وعظ کے ذریعہ سے

دینے اور اپنے آپ کو لائق بنانے اور دیگر قوموں کی نظروں میں مسلمانوں کو مہذب دکھانے میں صرف کرنا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ جوش مذہبی کو ترک تعلیم میں صرف کیا جائے۔ ترقی تعلیم علوم مغربی میں صرف کرنا چاہیئے۔ اب اُس شعر کے اعادہ پر ختم کلام کیا جاتا ہے جو اس مضمون کا سرنامہ ہے

تکیہ بر جائے بزرگاں نتواں زد بگزاف
مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مضمون پیش کردہ حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڈھ

اگرچہ ایسے اہل علم اور عقلا کے جلسہ میں گفتگو کرنے کی مجکو لیاقت نہیں ہے مگر چونکہ یہ جلسہ مسلمانوں کی علمی ترقی پر بحث اور غور کرنے کے واسطے جمع ہوا ہے اسواسطے میں بھی ایک اپنا ایسا خیال ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو کئی برس سے میرے ذہن میں ہے اور جسکو میں اپنے نزدیک مسلمانوں کے حق میں مفید جانتا ہوں۔

صاحبو گو یہ زمانہ ہمارے واسطے ایسی ترقی کا نہیں ہے جسکو ہم ترقی کی معراج کہہ سکیں لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ ہم لوگ کچھ نہ کچھ علمی ترقی کر رہے ہیں۔ ایک طرف میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان دنیوی ترقی اعلی درجے کی کرنا چاہتے ہیں اور اسواسطے دنیوی علوم میں روز بروز مصروفیت بڑہاتے جاتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کا ایک گروہ علوم دینی کے پڑھانے اور حاصل کرانے کی طرف کوشش کر رہا ہے۔ گو علوم دینی کی جیسی کہ اس زمانہ میں ترقی ہونی چاہیئے وہ نہیں ہے مگر تاہم خوش نصیبی سے مذہبی خیالات کی ترقی دینے والے موجود ہیں۔

مگر اے صاحبو مجکو یہ دیکھکر افسوس ہوتا ہے کہ زید اور عمر صرف ایک ایک علم میں جدی جدی

ترکی علماء اشاعت مذہب کی طرف کچھ کوشش نہیں کرتے باوجود اس کے میزان نامی ایک ہفتہ وار اخبار جو قسطنطنیہ میں چھاپا جاتا ہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ وہ ہر ہفتہ میں ایک فہرست اُن لوگوں کی چھاپتا ہے جو مذہب عیسوی یا یہودی مذہب کو ترک کرکے اُس ہفتہ میں مشرف باسلام ہوئے ہوں۔ اسی اخبار سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ترکی سلطنت میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے والے شخص کو اسلام لانے کی اجازت حاصل ہونے کے واسطے وزیر صیغہ خارجیہ کو درخوہست دینی ہوتی ہے۔ وہاں سے اس بات کی تحقیقات کے بعد کہ اسلام لانے کے واسطے کسی شخص نے اسکو مجبور تو نہیں کیا ایک سند عطا کیجاتی ہے۔

صرف ان دو مثالوں کے سننے سے اور اُسپر غور کرنے سے غالباً آپ سب صاحب خود نتیجہ نکالیں۔ گے کہ اگر ہم عیسائی دنیا میں مذہب اسلام کا وعظ کہ سکیں گے تو ضرور ہمکو ایک بڑی فتح حاصل ہوگی اور بہ نسبت کم علم اشخاص کے ذی علم اشخاص کو اسلامی سوسئیٹی میں زیادہ داخل کرلیں گے لیکن اے صاحبو علما کا ایک ایسا گروہ پیدا کرنا جو علوم دینی اور علوم مغربی کا جامع ہو کوئی سہل بات نہیں ہے اس کے واسطے ہمت کی اور اولوالعزمی کی سب سے اول ضرورت ہے انسان کے واسطے سب سے اول پیٹ پالنے کی ضرورت ہے۔ بس کہ اس نئے گروہ کے واسطے کچھ کھانے کا بندوبست ہونا چاہیئے

میری رائے میں اس نئے گروہ کی تعلیم کے واسطے نہ کسی کالج کے بنانے کی ضرورت ہے نہ کسی مذہبی مدرسہ کی بلکہ موجودہ کالج اور مدرسے ہمارے مقاصد کے پورا کردینے کیواسطے کافی ہیں صرف ضرورت اس بات کی ہوگی کہ اس گروہ کی تعلیم کے مصارف کا کچھ بندوبست کریں اور کامیاب اشخاص کو دوامی پنشن دے سکیں اور اس گروہ علما کے واسطے ایک بہت ہی بڑا کتبخانہ جمع کرنا ہوگا جسمیں عربی و فارسی کی کل وہ کتابیں جمع ہوں جو دنیا میں مل سکتی ہیں۔ اور نیز انگریزی کتابوں کا بہت ہی بڑا ذخیرہ ہو۔ علاوہ اس کے سنسکرت زبان کی تمام وہ کتابیں جمع کرنی ہوں گی جو کہ ملسکتی ہیں۔

گمراہوں کو ہدایت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر غالباً آپ سب صاحبوں میں سے ایک بھی کسی ایسے مولوی صاحب کا نام نہ بتا سکیں گے جو کہ فلسفہ جدیدہ اور علوم مغربی سے کچھ بھی واقف ہوں۔ پس ایسے علما کسی طرح بھی اُن اعتراضات کا جواب نہ دے سکیں گے جو از روی علوم جدیدہ کسی اسلامی مسئلہ پر پیش کیا جائے۔

علاوہ ازیں اے صاحبو آپ لوگوں کو خیال ہوا ہو یا نہوا ہو مگر میں نے اپنے مختلف مشاہدوں اور تجربوں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذہب اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے واسطے یہ لازمی امر ہے کہ ہمارے علما۔ یورپ۔ امریکہ۔ اسٹریلیا۔ میں جا کر وعظ کہیں۔ اور مجھکو ذرا بھی شک نہیں ہے کہ ان وعظوں سے بیحد فائدہ ہوگا اور یورپ اور امریکہ میں ایک بڑا گروہ پکے اور نہایت کارآمد مسلمانوں کا مہیا ہو جاویگا جس کی وجہ سے ہم اُس مرتبہ کو بہت آسانی سے حاصل کر سکیں گے جسکی اس صدی میں ہمکو ضرورت ہے۔

مذہب اسلام کی بابت ہنوز ایک بڑی ناواقفیت موجود ہے جسکا آپ اس حکایت سے اندازہ کر سکتے ہیں جو میں ابھی بیان کرونگا۔ سات یا آٹھ مہینے کا عرصہ ہوا کہ بمبئی میں ایک معزز یورپین جنٹلمین نے جو میرا دوست ہے مجھسے کہا کہ میرے ایک یورپین دوست نے کہا ہے کہ مکہ میں محمدؐ صاحب کا تابوت اُدہر لٹک رہا ہے اور اسی وجہ سے مسلمان اسکی پرستش کرتے ہیں اور اُس کے اُدہر لٹکنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ تابوت لوہے کا ہے اور ہر طرف کی مقناطیسی قوت سے درمیان میں معلق ہے۔ اُسنے مجھ سے کہا کہ میں نے اُس دوست سے کہدیا ہے کہ ہمارا ایک مسلمان دوست مکہ ہمیشہ جاتا ہے ہم اُس سے اس بات کی تحقیق کر کے تمکو لکھیں گے۔

پس اے حضرات یورپ میں بیحد ایسے لوگ موجود ہیں جو مذہب اسلام کی حقیقت سے یا تو ناواقف ہیں یا مخالفین نے اپنی طبعی رنگ آمیزی سے مذہب اسلام کے نورانی چہرہ کو بگاڑ کر لوگوں کو دکھلایا ہے۔ باوجود اس رنگ آمیزی کے یورپ کے بہت سے علما کو مذہب اسلام کی خوبیوں اور صداقت کو تسلیم کرنا پڑا ہے جن کی تصانیف کو آپ صاحبوں نے ملاحظہ کیا ہوگا۔

علاوہ ازیں ان میں سے بعض ایسے ہونے چاہئیں۔ جو سنسکرت کے بھی عالم ہوں۔ اور بعضوں کو جرمنی اور فرنچ زبان میں کامل دستگاہ ہو۔ پس ایسے لوگوں کو علی قدر مراتب یا دام الحیات پنشن ملنی چاہیئے جس کی تعداد سو روپیہ ماہواری سے لیکر پانسو روپیہ ماہواری یا اُس سے زائد ہوں۔ لیکن پنشن دیتے وقت ایک معاہدہ اُس سے ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ اپنی زندگی مذہب اسلام کے وعظ اور اسلام اور مسلمانوں کی ترقی میں بسر کریں گے۔ اور جب کبھی یہ ثابت ہو کہ وہ اپنے فرض منصبی کو انجام نہیں دیتے تو اُنکی پنشن بند کر دیجاوے۔

اے صاحبو میں نے اپنے بیان کو بطور ابتدائی بیان کے نہایت مختصر طور پر عرض کیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے ان خیالات کا اسی اجلاس میں کچھ فیصلہ کر دیا جاوے بلکہ میری یہ خواہش ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کے آیندہ اجلاس تک اس میری گذارش پر بذریعہ اخبارات کے خوب مباحثہ ہونا چاہیئے اور نیز پبلک اور پرایوٹ جلسوں میں اسکے ہر پہلو پر غور کیا جائے غالباً بہت مفید بات ہوگی کہ جو اخبار اس امر پر کوئی بحث چھاپے اُسکا وہ پرچہ میرے پاس بھیجدیا جاوے اور نیز اہل ملک اپنی رائے سے بذریعہ خطوط کے مجکو آگاہ فرمائیں۔ میں اس بات کا فخر اور نہایت خوشی سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسے اخبارات اور خطوط کو ایک جگہہ ترتیب دونگا اور اُسکا خلاصہ اس کانگریس کے آیندہ اجلاس میں پیش کرونگا۔

اے صاحبو میں آپ کی اس تکلیف گوارا فرمانے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور صرف اسقدر اور التماس کرنا چاہتا ہوں کہ میرے یہ خیالات فراموش کرنے کے لایق نہیں ہیں اگر ہم ایسا کر سکے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے تو ہم ایسے دینی اور دنیوی برکتیں سہل الاصول طریقہ سے حاصل کر سکیں گے جسکی کہ ہمکو ضرورت ہے اور جسکے حاصل کرنے کا اس سے زیادہ سہل طریقہ نہیں ہے

بالخیر

ان مقاصد کے پورا ہونے کے واسطے میری رائے میں کم سے کم ایک کرور روپیہ کی
ضرورت ہے جسکی تعداد کے سننے سے غالباً بہت سے لوگ مایوس ہوگئے ہوں گے لیکن میں
یہ کہتا ہوں کہ مایوس نہیں ہونا چاہیئے بیشک ایک ساتھ ایک کرور روپیہ جمع نہیں کرسکتے لیکن
ہم ایسا کرسکتے ہیں کہ ابتدائی کام شروع ہوجاوے۔ میرے خیال میں چندہ وصول کرنے کا ایک
نہایت سہل طریقہ آیا ہے جسکو میں ابھی عرض کرونگا جسکی نسبت میں یہ چاہتا ہوں کہ ضرور تجربہ کیا جاوے

ہندوستان کے اندر پانچ کرور مسلمان ہیں ان پانچ کروڑ میں سے صرف دو کرور مسلمانوں سے
فی کس ایک آنہ وصول کیا جائے تو ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ جمع ہوسکتا ہے۔ چند لوگ اس کے
واسطے محنت گوارا کریں تو دو تین برس اسمیں صرف ہوں گے محنت صرف یہ ہوگی کہ ہر ہر ضلع
بلکہ ہر ہر گانوں میں پھرنا پڑیگا۔

چندہ وصول کرنے میں یہ بھی الت[illegible] باے کہ کسی شخص سے کسی حالت میں دس روپیہ
سے زیادہ چندہ نہ قبول کیا جاوے

اگر ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ جمع ہوجاوے اور اُس کے پرامیسری نوٹ خرید لیئے جائیں تو
بحساب فیصدی چار روپیہ۔ پچاس ہزار روپیہ سال کی آمدنی ہوجاوے گی جو کام شروع کرنے کے
واسطے کافی سرمایہ ہوگا۔

میری یہ رائے ہے کہ اس فنڈ کے واسطے جسقدر روپیہ وصول ہوتا جائے اُسکو ہم محفوظ
کرتے جائیں یعنی اصل سرمایہ میں سے کچھ خرچ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اُس کی آمدنی میں سے صرف ہو
اب میں آپ سے اس نئے گروہ علما کے علم کی مقدار اُس کی پنشنوں کی مقدار کی بابت کچھ
عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک ان علما میں دو درجہ کے عالم ہوں ایک وہ جو کہ علم دینی
میں پورے محدث اور پورے فقیہ ہوں اور علوم دنیا میں ولایت میں جاکر سب سے زیادہ وہ بڑی
ڈگری حاصل کی ہو جو اس زمانہ میں ملسکتی ہے۔ دوسرے وہ کہ جو علم دین میں پورے محدث
فقیہ ہوں اور علوم انگریزی میں ہندوستان کے اندر جو سب سے اونچی ڈگری ہو وہ اُنکو ملی ہو۔